بہرہ ور تھے، مولوی صاحب نے اپنے سرکاری عہدہ سے سبکدوشی کے بعد آرام و استراحت کی زندگی پسند نہین کی بلکہ اب بھی وہ علمی نتائج سے ہمکو مستفید کرتے رہتے ہین، مولوی صاحب موصوف کو دیوان حافظ سے بدرجۂ غایت شغف ہے، اور تقریباً ۴۳ برس سے وہ اس کے مختلف قلمی اور مطبوع نسخون کی بہم سانی اور اُنکی تصحیح و مقابلہ مین مصروف ہین، چنانچہ انھون نے دیوان حافظ کی غزلون کا ایک انتخاب تیار کیا ہے گو کہ یہ کام نہایت مشکل ہے، کیونکہ دیوان حافظ در حقیقت خود سرتاپا انتخاب ہے، بہرحال اسطرح جو دو آتشہ تیار کیگئی اسکا نام عطر دیوان حافظ رکھا ہے، صاحب مطبع نے اور نیز جامع نے صحت کے التزام کا دعوی کیا ہے مگر ہم انکو داد نہین دیتے بلکہ تجربہ کے بعد کہتے ہین کہ لیتھو مین صحت کا کام انتہا درجہ مشکل بلکہ ہمکو تو محال نظر آتا ہے، چنانچہ کتاب مذکور کو جا بجا کھولنے کے ساتھ فاش غلطیون پر نظر دوڑنے لگی، "نصیحت گوش کن جانان" کے آخر مین "معما" کا قافیہ "دانان"، صفحہ ۱۰۲ مین "منبر" کا املا "ممبر"، صفحہ ۵ "خانقاہ" کی جگہ "خانقاہ"، صفحہ ۲ مین "تغییر" کے بجائے "تغیر"، اسی صفحہ مین "ببین" "تفاوت رہ" کے بدلے "مبین"، پھر اسی صفحہ مین "شوخ" کی جگہ "شوح" لکھا گیا ہے، لفظون اور شوشون کی غلطیان بہت ہین، جامع کی ۴۳ سال کی محنت کو اسطرح برباد کرنا چھاپہ کی کرامات ہین مصلح سنگ صاحب نے اداے فرائض مین سخت کمی کی ہے جنکے مظالم سے ہر مصنف کا رونگٹا رونگٹا کانپتا ہے،

بہرحال حافظ کی غزلین عام طور سے مشہور ہین اور یہ چند غلطیان ناظرین کو مغالطہ مین نہین ڈال سکتین، خوبصورت چھوٹی تقطیع، سپید کاغذ، نازک خط، ضخامت ۱۴۰ صفحے قیمت ۱۲؍، پتہ: نظامی پریس، بدایون۔

اخبار منصور بجنور، یہ اخبار ہفتہ مین دوبار شائع ہوتا ہے، ہندوستان اور بیرون ہندوستان کے اخبارات کے بہترین اقتباسات شائع کرنے کا مدعی ہے، مسلک تعلیم آزادی و حریت ہے قیمت (۶) لے، دفتر منصور بجنور

---

| عدد سوم | ماہ رجب ۱۳۳۹ھ مطابق مارچ ۱۹۲۱ء | مجلد ہفتم |
|---|---|---|

## مضامین

# شذرات

یکم مارچ سنہ ۲۱ء کو سالہا سال کے وعدون کے بعد محترم محمد علی نے شبلی منزل کو رونق بخشی، وہ اُسوقت سے جب نظربند تھے، یہ وعدہ کر چکے تھے کہ آزاد ہوکر وہ سب سے پہلے دار المصنفین مین آئینگے، اور چھ مہینے اس گمنام مقام کے کسی گوشۂ عافیت مین بیٹھکر عربی کی تکمیل اور سیرۃ نبوی کا انگریزی ترجمہ کرینگے، لیکن آزادی کے ساتھ جو اطمینان شکن اور [illegible] واقعات پیش آئے وہ سب کے سامنے ہین،

بہرحال یہ پرانا وعدہ کسی نہ کسی صورت مین یکم مارچ کو پورا ہوا، ہزارہا آدمی استقبال کیلئے شاہ گنج سے اعظم گڈھ (۳۲ میل) اور شہر اعظم گڈھ کے ناکہ سے شبلی منزل تک (دو میل) موجود تھے، شبلی منزل پہنچکر سب سے پہلے وہ استاد مرحوم (مولانا شبلی) کی قبر پر گئے اور پھولون کے وہ ہار جو قدردانون نے اُنکے گلے مین ڈالے تھے، قبر کے ایک گوشہ مین ڈالدیئے، اُسکے بعد اُنھون نے دار المصنفین کی "خانقاہ" مین ایک دن ٹھہرکر مختلف شعبون کو دیکھا اور دوسری کی شام کو علی گڈھ واپس گئے۔

---



اسلامی فرقون کے حالات اور اُنکے مذاہب کی تحقیق مین امام عبد القاہر بغدادی کی کتاب "الفرق بین الفرق" نہایت متقدم اور محقق ہے، محمد بدر نامی ایک مصری عالم نے سنہ ۱۹۱۰ء مین برلن کے ایک قلمی نسخہ سے اُسکو شایع کیا تھا، فرق اسلامیہ کی تاریخ مین سب سے مشہور کتاب شہرستانی کی ملل ونحل ہے، اُسکا جرمن ترجمہ سنہ ۱۸۴۲ء سے یورپ مین مستعمل ہے، الفرق، ملل ونحل سے تقریباً سو برس پہلے لکھی گئی ہے، لیکن عالمِ مطبوعات مین یہ اُس سے بہت پیچھے ظاہر ہوئی، اب سنہ ۱۹۲۰ء مین ایک مستشرقہ خاتون کیٹ چیمبرس سیلاے نے اُسکا انگریزی مین ترجمہ کیا ہے، اور نیویارک کے کولمبیا یونیورسٹی مین چھپا ہے، کیا سات کروڑ مسلمانون کی اُردو زبان مین بھی اُسکے ترجمہ کی ضرورت ہے؟

---

انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے نام سے انگریزی، فرنچ اور جرمن مین جو کتاب مسلسل شایع ہو رہی تھی اسکا ابھی حال مین ایک تازہ نمبر ۲ شایع ہوا ہے، جسمین ۹ کے مضامین مین "اجتہاد" سے لیکر "اعراب" تک کے عنوانات اسمین داخل ہین، اسی آخری نمبر مین ہندوستانی مسلمانون کے سیاسی انقلاب پر جو باب ہے اُسمین ہندو مسلم اتحاد کے عجیب وغریب وجوہ بتائے گئے ہین، مسلمانون کے جدید سیاسی تغیرات کا حوالہ بھی دیا گیا ہے،

---

# مقالات

## خلفاے اسلام
## کا
## اقتدار و اثر

گذشتہ پرچہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ گو آخر زمانہ میں خلافت اسلامیہ بیحد کمزور ہوگئی تاہم یہ کمزور دیوار جن مضبوط اور مستحکم بنیادون پر قائم تھی ان مین کسی قسم کی سستی اور ضعف پیدا نہین ہوا تھا یہ مضبوط اور مستحکم بنیادین کیا تھین وہ اسلامی سلطنتین تھین جو دنیا کے طول و عرض مین پھیلی ہوئی تھین جن پر نائبان خلافت اپنے پورے زور و قوت کے ساتھ حکمرانی کر رہے تھے، لیکن آج یہ حالت نہین ہے، یورپ کی صدہا سال کی چالاک کوششون نے سب سے پہلے ان بنیادون مین سے ایک ایک کا خاتمہ کر دیا، اور اب آخری ضرب خود بے سہارا دیوار پر لگا رہے ہین،

اس مضمون مین یہ دکھانا ہے کہ جن کمزور خلفاے اسلام کی حالت کی طرف بار بار اشارہ کیا جاتا ہے دنیا مین انکا اقتدار و اثر کیا تھا، سب جانتے ہین کہ بنو امیہ کے عہد تک تمام دنیاے اسلام متحد تھی، لیکر اسپین تک صرف ایک تخت خلافت کے ماتحت تھا، ۱۳۹ھ مین دنیاے اسلام دو حصون مین منقسم ہوگئی، یعنی ایک مین اسپین، اور دوسرے مین یورپ، افریقہ اور ایشیا کے بقیہ ممالک داخل تھے، تیسری صدی مین خراسان اور ترکستان کے صوبون مین خود مختاریان پیدا ہوگئین، لیکن باین ہمہ سیاسی حالات جو کچھ ہون چوتھی صدی تک خلافت کا مرکز بغداد کے سوا کوئی اور شہر نہ تھا، چوتھی صدی مین جیسا کہ پہلے لکھا گیا ہے شیعی انقلاب پسند مختلف صوبون مین پیدا ہوگئے اور خلافت کا مرکز بغداد مین کمزور ہوگیا اسوقت اندلس کی اسلامی سلطنت اوج شباب پر تھی، ادھر انہون نے بغداد کی کمزوری اور اپنی قوت و سطوت کے دلائل پر خلافت کا دعوی کیا، لیکن وہ دعوی دنیاے اسلام مین مقبول نہوا، چنانچہ مراکش اور سسلی سے لیکر ہندوستان تک خلیفہ بغدادہی کا سکہ ہمیشہ پڑھا گیا،

ایران، ترکستان، ایشیاے کوچک، عراق، شام اور افریقہ مین بیسیون باجبروت سلاطین پیدا ہوے، جنکی تلوار کی ایک جنبش سے قومون اور ملکون کی قسمتین الٹ پلٹ جاتی تھین، جنکے نیام شمشیر کے ایک اشارہ سے جغرافیہ کائنات کا نظام درہم برہم ہوجاتا تھا، لیکن وہ کبھی خلیفہ بغداد سے سرتابی کی جرائت نہ کرسکے،

تہین تباذ، سلطان محمود غزنوی، **ملک شاہ سلجوقی**، **عضد الدولہ دیلمی**، سلطان صلاح الدین ایوبی، سلطان محمد **تغلق** کس زور و قوت اور اقتدار و سطوت کے بادشاہ گذرے ہین، لیکن خلیفہ عباسی کے سامنے انکی ہستی ایک چاکر اور غلام سے زیادہ نہ تھی وہ اپنے کو کسی ملک کا جائز مالک نہین سمجھتے تھے، جب تک خلیفہ کا فرمان اسکے لئے جاری نہوتا، انمین سے کسی کے پاس جب خلیفہ کی طرف سے کوئی تحفہ یا خلعت آتا تو انکے ملک مین جشن عید منایا جاتا، بادشاہ پیادہ اسکے استقبال کو نکلتا، قاصد خلافت کے پاؤن پر سر رکھتا، انکو بوسہ دیتا، خلعت کو سر پر رکھتا، شہر مین جلوس نکلتا، شادیانے بجتے، شعراء مدحیہ قصاید پیش کرتے جمعہ کے خطبون مین انکے نام پڑھے جاتے، سکون پر انکے نام کندہ ہوتے، انکے سامنے آتے تھے تو زمین کو بوسہ دیتے، انکے سامنے بیٹھنے کی جرارت نہین کرتے تھے،

خلیفہ بغداد کی مشرقی سلطنت مین سب سے پہلے خراسان کے صوبہ نے خود مختاری حاصل کی، مامون کے زمانہ سے ظاہرہ خاندان اس صوبہ پر حکمران تھا، گو یہ حکمرانی خاندانی اور موروثی ہوگئی تھی، لیکن ہر نئے حکمران کے تقرر کے وقت خلیفہ کی اجازت ضروری تھی، اور وہ اپنے کو

خلیفہ کا مطیع و فرمانبردار ظاہر کرتے تھے، ۲۶۷ھ مین طاہریہ کا انحطاط ہوا اور صفاریہ نے عروج
حاصل کیا، دونون خاندانون مین لڑائیان شروع ہوئین، عام مسلمانون کی ہمدردی حاصل کرنیکے
دونون کے پاس ایک ہی کارگر ہتیار تہا کہ "مین خلیفہ کا فرمانبردار اور مطیع ہون اور یہ باغی اور
سرکش ہے" صفاریہ کو کامیابی ہوئی لیکن کیونکر؟ موٴرخ ابن اثیر کی لفظی شہادت حسب ذیل ہے

| | |
|---|---|
| واشتدت شوکتہ فغلب علی سجستان و | اسکی قوت بڑھگئی اور سیستان پر غالب آگیا اور خلیفہ |
| اظہر التمسک بطاعۃ الخلیفۃ وکاتبہ | کی اطاعت پر مضبوطی ظاہر کی اور اس سے خط وکتابت |
| وصدر عن امرہ واظہر انہ ہو امرہ | کی اور خلیفہ کے حکم کو بجا لایا اور ظاہر کیا کہ خلیفہ نے |
| بقتال الشراۃ (ج، ص ۱۲۴، یورپ) | خارجیون سے لڑنے کا حکم دیا ہے، |

۲۵۵ھ مین جب صفار نے شیراز پر قبضہ کیا تو پھر اپنی اطاعت شعاری کا یقین دلایا اور اسکی
شہادت مین دربار خلافت مین کچھ ہدایا اور تحائف بھیجے،

| | |
|---|---|
| وکتب الی الخلیفۃ بطاعۃ واہدی | صفار نے خلیفہ کو اپنی اطاعت لکھ بھیجی، اور |
| الیہ ہدایۃ جلیلۃ (ابن اثیر) | قیمتی ہدیہ بھیجا۔ |

لیکن باایں ہمہ خلیفہ نے تسلیم نہین کیا، اور خود اپنے عمال فارس کو روانہ کئے، ۲۶۱ھ مین خلیفہ
معتمد نے آذربائیجان اور موصل مین اپنے نائب مقرر کرکے بھیجے، اور حکم دیا کہ خراسان، رے
طبرستان اور جرجان کے تمام حجاج ایک جگہ جمع کئے جائین، جب وہ ایک جگہ جمع ہوگئے تو انکے
سامنے یہ اعلان عام کیا کہ خلیفہ نے صفار کو خراسان کی ولایت ہرگز عطا نہین کی ہے، اور نہ
خراسان مین اسکا داخلہ اُسکی اجازت سے ہوا ہے، علاوہ واقعہ کی شہادت کے ہمارے ناظرین
ایک لمحہ کے لئے ذرا تامل کرین کہ کیا دنیائے اسلام کبھی حج سے اس قسم کے سیاسی فوائد
بھی اٹھاتی تھی۔



بہرحال جب صفاریہ کو ہر میدان مین کامیابی پر کامیابی ہوتی گئی اور چند ہی روز مین
زیادہ نخوت سے انکا سر پھر گیا، زبردستی امرائے خلافت سے صوبون کی حکمرانیان چھیننے لگے اور
خلیفہ سے بزور فرمان حکومت لکھوانا چاہا، ۲۶۲ھ مین معتمد باللہ خلیفہ تہا، اس نے یعقوب
صفاری کے مطالبات کو تسلیم کرلیا، ایران و فارس کے تمام مسافرون، تاجرون اور لوگون کو
بلاکر اعلان کیا کہ مین نے یعقوب صفاری کو ان ملکون کا حاکم مقرر کیا، لیکن یعقوب اس سے
بھی زیادہ کا طلبگار رہتا، اور آخر خلیفہ کے منع کرنے کے باوجود بے اجازت فوج لیکر بغداد کا رخ
کیا، ادہر سے معتمد کا بہائی موفق دربار خلافت کا ایک مختصر سا لشکر لیکر اُسکو روکنے نکلا، خود
خلیفہ نے تبرکات نبوی کا خزانہ کھولا، ردائے نبوی در برکی، عصائے مبارک ہاتھ مین لیا،
اور کمان مبارک اُٹھائی، اور ان اسلحہ سے آراستہ ہوکر صفار پر لعنت بھیجی، دونون فوجین جب
آمنے سامنے آئین، خلیفہ کی فوج سے ایک ترک سردار نکل کر اسطرح گویا ہوا:

"اے خراسان اور سیستان والو! ہمکو تو یہی معلوم ہے کہ تم سلطنت کے فرمان بردار ہو، قرآن
پڑہتے ہو، حج کرتے ہو، علم دین حاصل کرتے ہو، وان دینکم لا یتم الا بطاعۃ الامام، اور
دینداری کامل نہین ہوسکتی لیکن امام کی اطاعت سے، اور اس بات مین شک نہین ہے
کہ اس ملعون (صفار) نے تمکو دہوکا دیا ہے اور تم سے کہا ہے کہ خلیفہ نے اُسکو طلب کیا ہے،
حالانکہ خلیفہ اس سے لڑنے کو نکلا ہے، پس جو تم مین حق کو قبول کرتا ہے، اور اپنے دین اور اسلام کے
احکام کو مضبوطی سے پکڑے ہے اُسکو چاہیئے کہ اس سے الگ ہوجائے ایسا ہو کہ نافرمانی کا
اور خلیفہ سے لڑنے کا جرم اس سے صادر ہو" (ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۳۱)

یعقوب صفار اپنی فوج کو تیغ و خنجر اور تیر و تبر کے حملون سے بچانے کا سامان تو رکہتا تہا،
لیکن زبان صداقت کے ناگہانی حملہ کی تاب نہین لاسکتا تہا عین گہمسان کی لڑائی مین موفق نے

میدان مین سر کھول کر جب نعرہ مارا "مین ہون ہاشمی نوجوان"، تو عجمی پہلوانون کے بازو سست پڑگئے، اور صفار کی فوج کو فاش شکست ہوئی، لیکن اس شکست کے اسباب خلیفہ ابو احمد کے سامان جنگ مین مت ڈھونڈو، بلکہ ان "کمزور خلفا" کے روحانی اور دینی عظمت و اقتدار کے سلیح خانہ مین تلاش کرو، مورخ ابن اثیر لکھتا ہے،

وقد ظهر من اصحاب یعقوب کراهة للقتال اذ رأوا الخلیفة یقاتله فحملوا علی یعقوب ومن قد ثبت معه للقتال، (ج ، ص ۲۰۱)

یعقوب کے ساتھیون مین لڑائی سے کراہیت پیدا ہوئی جبکہ انھون نے دیکھا کہ خود خلیفہ اس سے لڑ رہا ہے اسلئے یعقوب پر اور اسکے ساتھیون مین جو لوگ جمکر لڑ رہے تھے ان پر حملہ کردیا۔

اس حملہ نے نہ صرف اس میدان مین بلکہ عرصۂ حیات مین صفاریہ کا خاتمہ کر دیا۔

یہ تھا ان "کمزور خلفا" کا اقتدار و اثر!

فوج کے سپاہیون اور لشکریون پر انکے سردارون اور سپہ سالارون سے زیادہ کسکا رعب اور اثر ہوگا، لیکن جب یہ رعب و اثر خود خلافت کے نفوذ و اقتدار سے اگر ٹکراتا تھا تو اسکا کیا حال ہوتا تھا؟ شاید تم نے سنا ہوگا کہ بغداد کے فوجی سپہ سالار آخر مین اسقدر خودسر ہو گئے تھے کہ خلفا کا عزل و نصب خود اپنی مرضی سے کرنے لگے تھے، ۲۵۵ھ مین بھی اسی قسم کا واقعہ پیش آیا اور لوگون کو اطلاع ہوئی تو ان مین ایک عام ہیجان پیدا ہوا، راستون اور مسجدون مین پرچے بٹے جنمین یہ عبارت لکھی تھی۔

"یا معشر المسلمین! اپنے عادل، پسندیدہ اور مثیلِ عمر بن خطاب خلیفہ کے لئے دعا مانگو کہ خدا اسکو اسکے دشمنون پر مدد دے، اور اسکو اسکے ظالمون کی تکلیف سے بچائے اور اسکی بقا سے امیر اور امت پر نعمتِ الٰہی پوری ہو، ترک سپہ سالارون نے اسکو گرفتار کیا ہے کہ وہ منصب خلافت سے مستعفی ہوجائے اور چند روز سے اسکو تکلیفین پہنچائی جارہی ہین، خدا محمد پر درود بھیجے"



سپاہیون نے اپنے سردارون کو اعلان جنگ دیا اور انکو کہلا بھیجا کہ "اگر امیر المومنین کے سر کا ایک بال بھی گرا، اور امیر المومنین کے بدن مین ایک کانٹا بھی چبھا تو یاد رکھو کہ تمہاری خیر نہین، سب کے سب دھڑ سے الگ ہونگے"۔ یہ سن کر سردارون اور سپہ سالارون کے ہوش اڑ گئے،

یہ تھا ان "کمزور خلفا" کا اقتدار و اثر!

خراسان و ترکستان مین صفاریہ مٹے تو سامانیہ پیدا ہوئے، جنکا دار الحکومت شہر بخارا تھا، لیکن تمکو معلوم ہے کہ یہ حکومت انکو کیونکر ملی، حمد اللہ مستوفی کی تاریخ گزیدہ کے یہ واقعات لکھے جاتے ہین،

"کار عمرو بن لیث (صفار) قوی شد و طمع در خوزستان و عراق کرد، با معتمد خلیفہ طریق مخالفت سپرد، خلیفہ اسمعیل سامانی را بفرمود تا با او جنگ کند" (صفحہ ۳۷۶)

عمرو صفار جنگ مین قید ہوا، اسمعیل سامانی صفار کو تسکین دیتا ہے کہ "انشاءاللہ ترا از خشم خلیفہ خلاص کنم" (صفحہ ۳۷۷) لیکن صفار اپنی چال سے باز نہین آتا، ناچار "اسمعیل سامانی عمرو لیث (صفار) مقید بحضرت خلیفہ فرستاد، چون چشم خلیفہ بر عمرو لیث آمد، گفت الحمد للہ الذی کفنی منک الغی [illegible] و اورا محبوس کرد" (صفحہ ۳۷۸)

سامانیون کی حکومت کا آغاز ۲۶۱ھ سے ہوتا ہے، "معتمد خلیفہ تمام ولایات بنصر بن احمد سامانی داد کہ ارشد آن قوم بود" اسکے چند سال کے بعد جب اسمعیل سامانی کے ہاتھ سے صفاریہ کا کلیتہً استیصال ہوگیا تو "معتمد خلیفہ اورا فرمان داد و ایشان را (صفاریہ) برانداخت و خلیفہ مملکت بنی صفار برو مسلم داشت، در ۲۸۷ھ در بعضے از ایران نام پادشاہی بر او اطلاق یافت" (صفحہ ۳۸۰) ۲۹۵ھ مین اسمعیل سامانی نے وفات پائی تو خلیفہ مکتفی نے اسکے بیٹے احمد کو جانشینی عطا کی اور اپنے ہاتھ سے علم تیار کرکے اسکو بھیجا، اور فرمان نیابت عطا کیا، (ابن اثیر جلد ۸ صفحہ ۱)

سامانیہ نے اپنی اطاعت شعاری کو ہمیشہ قائم رکھا، انکی طاقتور فوجون کو جب میدان جنگ

میں فتوحات حاصل ہوتے تو شتر سوار قاصد، بغداد میں انہیں "کمزور خلفا" کے درباروں میں بشارت نامے لیکر جاتے، (ابن اثیر جلد ۸ صفحہ ۴۴۶)

سامانیوں کا خاتمہ ہوا تو دیالمہ اٹھے، جنکو آل بویہ بھی کہتے ہیں، گو یہ مذہباً شیعہ تھے لیکن ان کا سیاسی عقیدہ خلیفہ بغداد ہی کی اطاعت شعاری تھی، ۳۲۱ھ سے ۴۴۸ھ تک یہ عراق و ایران و فارس پر حکمران رہے، ابتداءً امراے خلافت سے لڑکر دیلمیوں نے ان ملکوں پر قبضہ کرنا چاہا، چنانچہ مہینوں طرفین میں جنگ قائم رہی، لیکن خاتمہ اسپر ہوا کہ دیلمیوں کو ناچار آستانۂ خلافت پر سر جھکانا پڑا، اور بجاے آزاد بادشاہی کے خواب دیکھنے کے خلیفہ بغداد کی طرف سے نائب بنکر حکومت کی آرزو پوری ہوسکے، باوجود اسکے کہ دیلمی بادشاہ، علم و فن، ہنر و سلیقہ عدل و کرم، زور و قوت، مال و نعمت، غرض تمام لوازم سلطنت کے مالک تھے، ایران کے شہنشاہ کہلاتے تھے، مگر بغداد میں انکا درجہ صرف امیرالامرا کا تھا، اور وہ اسی لقب سے یہاں یاد کئے جاتے تھے، بادشاہ منتخب ہوجانے پر خاندان کا کوئی اور گرامی ممبر اس منصب پر ممتاز ہوتا تھا انکے سکوں پر خلفاء کے نام کندہ ہوتے تھے (ابن اثیر جلد ۹ صفحہ ۱۴۱) عماد الدولہ سب سے پہلا بادشاہ جب تخت نشین ہونے لگا تو پہلے خلیفہ کی منظوری طلب کیگئی، خلیفہ نے خلعت قبول اور فرمان شاہی بھیجا، اور خطاب عنایت کیا۔

"خلیفہ او را منشور پادشاہی و خلعت تشریف فرستاد، و لقب تعیین کرد" (تاریخ گزیدہ صفحہ ۴۱۷)

دیلمی سلاطین میں عضد الدولہ سے بڑھکر کوئی بڑا بادشاہ نہیں گذرا، سلاطین اسلام میں بھی اسکے مقابل کے چند ہی بادشاہ نکلیں گے، شہنشاہ اسکا لقب تھا، ۳۶۹ھ میں جب یہ بغداد میں طائع باللہ عباسی کے دربار میں لقب تاج الملۃ لینے کے لئے حاضر ہوا تو سب سے پہلے اس نے زمین چومی، پھر پیچھے ہٹکر دوبارہ زمین چومی، اسطرح سات دفعہ زمین بوسی کی اور جب



خلیفہ نے اسکو زیادہ تقرب کی اجازت دی تو اس نے بڑھکر خلیفہ کے پاؤں چومے، اسوقت خلیفہ نے اسکو کرسی پر بیٹھنے کا حکم دیا لیکن اس نے بار بار معذرت کی اور جب خلیفہ نے اسکو مجبور کیا تو الامر فوق الادب کے لحاظ سے کرسی کو بوسہ دیکر بیٹھ گیا، اور کہا کہ میں خدا سے دعا مانگتا ہوں کہ حضور کی اطاعت مجھے اچھی طرح بن آے، ان تقریبات کے ادا کرنے کے اثنا میں عضد الدولہ کا ایک افسر جو اسکے ساتھ تھا اس بت پرستی سے گھبراکر بول اٹھا کہ "کیا یہ خدا ہے جو آپ اسطرح تعظیم بجالاتے ہیں، عضد الدولہ نے کہا کہ "ہاں یہ خدا کا خلیفہ ہے"

یہ تھا ان کمزور خلفاء کا اقتدار و اثر!

۳۸۱ھ میں بہاء الدولہ دیلمی نے اپنے بعض شریر مشیروں کے مشورہ سے جب طائع باللہ کو منصب خلافت سے دست کش ہونے پر مجبور کیا، اور دوسرے خلیفہ قادر باللہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور جمعہ کے دن تک منتخب خلیفہ شہر میں داخل نہو سکا تو خود دیلمیوں نے شور و ہنگامہ شروع کردیا، خطیب نے صرف نئے خلیفہ کے خطاب "القادر باللہ" پر اکتفا کیا، کسی کا نام نہیں لیا آخر بہاء الدولہ نے انکو راضی کیا، اور کئی میل باہر نکل کر اپنے درباریوں کے ساتھ نئے خلیفہ کا استقبال کیا اور بڑی عزت و تعظیم سے شہر میں لایا، لیکن خراسان کے مسلمانوں نے بہاء الدولہ کے اس رد و بدل کو تسلیم نہیں کیا، انھوں نے کہا کہ بے وجہ ایک خلیفہ کو معزول کرکے دوسرا خلیفہ نہیں بنایا جاسکتا، چنانچہ وہ کئی سال تک طائع ہی کا خطبہ پڑھتے رہے، جب سلطان محمود نے اس ملک پر قبضہ کیا تب قادر کی خلافت یہاں تسلیم ہوئی، (تاریخ گزیدہ صفحہ ۴۲۷)

قادر باللہ کے عہد خلافت میں ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ ایک عباسی شہزادہ کسی طرح چھپکر مشرق کی زمین خراسان وغیرہ میں نکل گیا، اور وہاں یہ ظاہر کیا کہ میں خلیفہ کی طرف سے نائب ہوکر آیا ہوں، یہ سن کر بعض سلاطین نے اسکے ہاتھ پر بیعت کرلی، اور اسکے نام کا خطبہ پڑھا، خلیفہ کو

جب یہ معلوم ہوا تو اسکو بڑی فکر ہوئی، ۳۹۱ھ مین اول خراسان کے تمام حاجیون کو جمع کرکے انکے سامنے اپنے آیندہ ولی عہد کا اعلان کیا، اور اسکے بعد تمام سلاطین اور شاہان اسلام کے نام جعلی نائب خلیفہ کی گرفتاری کا فرمان جاری کیا، مورخ ابن اثیر لکھتا ہے کہ اس فرمان کا یہ اثر ہوا کہ یہ بیچارہ ملک بہ ملک اور شہر بشہر مارا مارا پھرتا تھا، لیکن کہین اسکو پناہ نہین ملتی تھی، آخر بہت دور خوارزم (خیوا) مین نکل گیا، لیکن وہان بھی اسکو پناہ نہین ملی، اور سلطان محمود غزنوی نے اسکو گرفتار کرلیا، ان واقعات سے یہ معلوم ہوگا کہ خلیفہ کے انتخاب و قبول مین دوسرے ملکون کے مسلمانون کی رضامندی کہانتک ضروری ہے،

ہم سلسلۂ کلام مین یہ کہنا بھول گئے کہ سامانیہ کی خاکستر سے مشرق مین ایک اور طاقتور خاندان کا ہیولی تیار ہوا تھا جسکو غزنویہ کہتے ہین، اس خاندان کا اصلی تاجدار سلطان محمود غزنوی تھا لیکن یہ سلطان کسکی اجازت سے قلمرو مشرق پر فرمانروا ہوا، خلیفہ بغداد نے اسکو ان ملکون کا فرمان سلطنت عطا کیا، صوبون کی نیابت بخشی، بڑے بڑے القاب دیئے، سلطان جب کسی نئے صوبہ کی عنان حکومت اپنے ہاتھ مین لینا چاہتا تھا تو پہلے خلیفہ کی مرضی دریافت کرتا تھا مجد الدولہ دیلمی کے ملک پر جب اس نے قبضہ کیا تو خلیفہ کو عرضی لکھی کہ "یہ بادشاہ احکام اسلام کا پیرو نہ تھا، اسکے حرم سرا مین پچاس بیویان تھین، جن سے تیس سے زیادہ اسکی اولادین تھین جب اس سے جواب خواہی کیگئی تو اس نے جواب دیا کہ یہ میرے بزرگون کا طریقہ ہے، یہ فقرے اسلئے خلیفہ کو لکھے گئے ہین تاکہ مجد الدولہ کے سلب حکومت کے لئے خلیفہ کے دربار مین یہ سند کا کام دے،

تاریخ فرشتہ وغیرہ فارسی تاریخون مین لکھا ہے کہ ایک دفعہ سلطان نے خلیفہ کے دربار مین عرضی بھیجی کہ ملک خراسان مجھے عنایت کیا جائے، خلیفہ نے منظور کیا، اسکے بعد سلطان نے



سمرقند کی درخواست کی، جواب آیا "معاذ اللہ این کار نکنم، و اگر تو بے فرمان من قصد گرفتن آن نمائی عالم را برروے تو بشورانم" ان کمزور خلفا کے ان پرزور فقرون کو پڑھو، ملکون کے فاتح اور توپون کے مالک محمود کی نسبت، تخت بغداد کا ایک کمزور حکمران کہتا ہے، اگر میری اجازت کے بغیر تم نے سمرقند کا ارادہ کیا تو مین تمام دنیا کو تمہارے خلاف کھڑا کردونگا، کشور گیر اور لشکر شکن سلطان پر ان چند فقرون کا کیا اثر ہوا؟ فرشتہ کہتا ہے "سلطان تیرہ شد" پھر ایک بار بادۂ نخوت سے جھرجھری لیکر سلطان دربار خلافت کے قاصد کو خطاب کرتا ہے "مین اگر چاہون تو ہاتھیون کا دل لیکر دار الخلافہ آؤن اور بغداد کی مٹی تک ہاتھیون پر لادکر کے غزنین لے آؤن" قاصد خاموش بغداد واپس جاتا ہے، اور تھوڑے دن کے بعد بغداد سے جواب کا ایک چھوٹا سا پرزہ لاکر ہاتھیون کے بل پر دنیا کے زیر و زبر کرنے والے سلطان کے ہاتھون مین دیتا ہے، پرزہ مین حرف الف، لام، میم، تین حرف لکھے ہوتے ہین، علماے دربار اس نکتہ کے حل سے عاجز ہوتے ہین، ایک دانا فقیہ آگے بڑھتا ہے، اور اس گرہ کو کھولتا ہے کہ یہ ہاتھیون کی دھمکی کے جواب مین الم ترکیف فعل ربک باصحاب الفیل کی طرف اشارہ ہے، سلطان یہ سن کر کانپ جاتا ہے، آنکھون سے آنسوؤن کا تار جاری ہوجاتا ہے اور قاصد سے اپنی گستاخی کی معافی چاہتا ہے،

یہ تھا ان کمزور خلفا کا اقتدار و اثر!

اسوقت مصر کے شیعی سلاطین جو اپنے دعوی خلافت کو دنیاے اسلام مین منوانے کے لئے بیقرار تھے، وہ ہمیشہ سلاطین اسلام کے پاس موقع دیکھکر بیعت کے لئے قاصد بھیجتے تھے، حج کے موقع پر انعام و اکرام سے سلاطین کے نائبون کو اپنی طرف مائل کرتے تھے، سلطان محمود کی فتوحات کا دنیاے اسلام مین جب آوازہ بلند ہوا تو مصر کے مدعی خلافت نے چاہا کہ اس نئے فاتح کو اپنے حلقۂ عقیدت مین لانا چاہیئے، چنانچہ حج کے موسم مین سلطان محمود کے نائب کے ہاتھ ۴۱۶ھ

مین اس نے سلطان کے لئے خلعت اور جامۂ نیابت بھیجا، خلیفہ کو جب یہ معلوم ہوا تو سلطان سے
اسکا مواخذہ کیا، سلطان کو سوا اسکے کوئی اور چارہ نہوا کہ اس خلعت کو دربار خلافت مین بھیجدے
اور لکھا کہ "مین تو حضور کا وہ نوکر ہون جو اپنے آقا کی اطاعت فرض جانتا ہے"۔ مصری خلعت کا
بقچہ بغداد آیا اور برسرعام خلیفہ نے اُسکو جلوا کر خاکستر کردیا، (ابن اثیر جلد ۹ صفحہ ۲۳۶ و ۲۴۶)

ان واقعات سے یہ معلوم ہوسکتا ہے کہ کبھی کبھی خلفا اور سلاطین کے مابین برہمی بھی پیدا
ہوجاتی تھی، اختلافات بھی پیش آتے تھے، ایسی حالت مین ان کمزور خلفا کے ہاتھون مین جفا گر
اور ستم پیشہ طاقتون کے رد کرنے کا کیا سامان تھا، ۴۲۶ھ کا واقعہ ہے کہ بغداد مین دیلمیون کی
بدتدبیری سے یہ حالت پہنچی کہ دن دہاڑے ڈاکے پڑنے لگے، فوج کے سپاہیون نے خلیفہ کے
ایک باغ کو تاراج کردیا، خلیفہ قائم بامراللہ نے جلال الدولہ دیلمی کو لکھا کہ اسکا انتظام کرے،
لیکن وہ اپنی کمزوری سے اسکی تعمیل نہ کرسکا، جب اس طرف سے مایوسی ہوئی تو خلیفہ نے تمام
عدالتون مین یہ فرمان بھیجا کہ جب تک مطالبہ تسلیم نہو کوئی قاضی عدالت مین نہ جائے اور نہ
فیصلہ کرے، کوئی گواہ گواہی نہ دے، نہ کوئی عالم فتوی دے، یہ حالت دیکھکر جلال الدولہ کو مجبوراً
مطالبہ تسلیم کرنا پڑا، ابن اثیر کی عبارت یہ ہے،

فتقدم الخليفة الى القضاة بترك القضاء — خلیفہ نے قاضیون سے قضا چھوڑنے اور اس سے
والامتناع عن دوالى الشهود بترك الشهادة والى — باز رہنے کو کہا، گواہون سے کہا کہ شہادت نہ دین اور
الفقهاء بترك الفتوى، (ج ۹ ص ۳۰۰، یورپ) — فقیہون سے کہا کہ فتوی دینا ترک کردین،

کیا آج نان کوآپریشن، ترک موالات اور عدالتون کا مقاطعہ جو مسئلۂ خلافت نے
۱۳۳۹ھ مین پیدا کردیا ہے، کبھی خود خلیفہ کے حکم سے بغداد مین ایک دفعہ اسکا نفاذ ہوچکا تھا اور
علما، قضاۃ اور فقہا نے اُسکو تسلیم کرلیا تھا، دنیا کے عجائبات کسقدر حیرت افزا ہین،



جلال الدولہ دیلمی کی حکومت بدتدبیری اور بدانتظامی کے باعث نہایت مفلس تھی،
فوجی مصارف کے لئے ناچار اسکو ظلم وستم پر اتر آنا پڑتا تھا، امرا کے خزانون پر بے وجہ قبضہ
کرلیتا تھا، ابتک سلاطین کا یہ دستور چلا آتا تھا کہ بعض محاصل جو خلفا کے لئے خاص ہوتے تھے
وہ اُن مین دست اندازی کی جرات نہین کرتے تھے لیکن جلال الدولہ نے ۴۳۲ھ مین یہ
گستاخی بھی کی، اسکے لئے سلطنت اور دربار خلافت مین مراسلتین ہوئین جب وہ بیکار ثابت
ہوئین تو خلیفہ قائم بامراللہ نے تمام ہاشمیون کو جمع کیا، اور اطراف کے تمام امرا، اور قاضیون
کو اطلاع بھیجدی کہ اب ہم بغداد مین نہین رہ سکتے، اور اسکو چھوڑکر کہین اور جائین گے"۔ اس
واقعہ نے جلال الدولہ کو مجبور کیا کہ وہ آیندہ سے نمایندگان خلافت سے تعرض نہ کریگا،

کیا یہ مسلۂ ہجرت ہے؟ جو مسلۂ خلافت مین آج سے پہلے بھی کبھی پیش آچکا!

دیلمی سلاطین کی ان فتنہ انگیزیون کا خاتمہ سلجوقیون کے ہاتھ سے ہوگیا،
کے ہاتھ طغرل کو خط لکھکر بھیجا، طغرل کو معلوم ہوا تو نامۂ خلافت کی پیشوائی کے لئے ۴۰ فرسنگ
تک گیا اور اپنی اطاعت کا یقین دلایا، لیکن چونکہ دیلمیون کی موت کا وقت آچکا تھا، اسلئے وہ
اپنی فتنہ انگیزیون سے باز نہ آئے، ناچار طغرل ۴۴۷ھ مین اس اعلان کے ساتھ فوج لیکر نکلا کہ
وہ حج کو جاتا ہے کہ حجاز کا راستہ مامون کیا جائے، اور اُدہر ہی سے ملک شام کو جائیگا، اور
اس سے فارغ ہوکر مصر کی فاطمی خلافت کا خاتمہ کردیگا" اب دیلمی سلطان الملک الرحیم کی آنکھین
کُھلین، خلیفہ سے معذرتین کین، خوشامدین کین، اور اقرار کیا کہ ہم سب خلیفہ کے فرمان بردار اور
اطاعت گذار ہین، ادہر طغرل بغداد کے قریب پہنچ گیا، اور دربار خلافت مین قاصد کے ساتھ
عرضی بھیجی جسمین اپنی انتہا درجہ کی عقیدتمندی اور اطاعت شعاری ظاہر کی تھی۔

یہ پہلا موقع ہے کہ سلجوقی فرمانروا بغداد کی زیارت کو آتا ہے، دیکھو کہ ہندوچین سے

سرحد روم تک فرمان روا "بغداد کی چار دیواریون مین محبوس خلیفہ" کے ساتھ کس عقیدت [illegible]

اور نیازمندی سے پیش آتا ہے، ۴۴۹ھ مین پہلی دفعہ طغرل دربار خلافت مین حاضر ہوا [illegible]

حاضری کی اجازت طلب کی، خلیفہ نے خاص سلطان کی خوشنودی کے لئے دربار منعقد کیا [illegible]

اس شان سے منعقد کیا کہ بجاے قباے شاہی کے رداے نبوی اوڑہی، ہاتھ مین عصا [illegible]

مبارک تہا، سلطان نے آکر پہلے زمین کو بوسہ دیا، پھر ہاتھ کو بوسہ دیا، اور کرسی پر بیٹھنے کی اجازت [illegible]

دی، اور امیر دربار کی وساطت سے سلطنت کی اجازت بخشی، اور کہلوایا کہ "امیر المومنین تمہاری [illegible]

کوششون کا شکریہ ادا کرتے ہین، اور تمہارے کامون کے مداح ہین، اور تم کو اس تقرب بخش [illegible]

خوش ہین، اور ان تمام ممالک کی حکومت تمہارے سپرد کرتے ہین، جو خدا نے امیر المومنین [illegible]

سپرد کئے ہین، اب خشیت الٰہی کو پیش نظر رکھکر رعایا سے عدل و انصاف کا برتاؤ کرو" اس

بشارت کو سُن کر سلطان نے پھر زمین کو بوسہ دیا، خلیفہ نے اسکے بعد سلطان کو خلعت پہنانے [illegible]

حکم دیا، دوسری جگہ لیجا کر امراے خلافت نے اُسکو خلعت پہنایا، خلعت پہنکر آیا تو پھر زمین کو بوسہ

دینا چاہا لیکن سر پر تاج بہاری تہا کہ جہک نہ سکا، خلیفہ نے اُسکو یہ اعزاز بخشا کہ اپنے دونون

ہاتھ اُسکو دیئے، اس نے ہاتھون کو بوسہ دیا اور اپنی آنکھون سے لگایا، (ابن اثیر جلد ۹ صفحہ ۲۴۶)

سلطان کی واپسی کے بعد دیلمی سردارون نے پھر سر اُٹھایا، اور بڑی شورش برپا کی [illegible]

کو ایک حیثیت سے محبوس کر لیا اور عراق مین بجز مستنصر خلیفہ فاطمی کا خطبہ پڑھوایا گیا، طغرل

ایک اندرونی بغاوت کے فرو کرنے مین مصروف تہا، عراق کی یہ خبرین سُن کر ایک فوج گراں

لیکر روانہ ہوا، پہلے امام ابن فورک کو علیحدہ دیکر اور دیگر امراے عظام کو ہدایا، تحفے، اور شاہانہ

ساز و سامان و خیمہ و خرگاہ دیکر بھیجا کہ وہ خلیفہ کی خدمت مین جاکر معذرت پیش کرین، اُسکے بعد

سلطان خود حاضر ہوا اور زمین بوسی کی، اور خلیفہ کی سلامتی پر خوشی ظاہر کی اور کہا کہ دیلمیون [illegible]



جاکر خلیفہ عباسی کے ساتھ جو کچھ کیا ہے وہی مین جاکر خلیفہ فاطمی کے ساتھ کرتا ہون، خلیفہ قائم

بامر اللہ نے خوش ہو کر سلطان کی کمر مین تلوار باندہی، سلطان نے پردہ اُٹھا کر اپنے امراء کو

خلیفہ کی زیارت کرائی، چونکہ بغداد مین امراے خلافت مین سے کوئی رہ نہین گیا تہا اسلئے

تاجدار سلجوقی خود پہلے شہر مین گیا، اور خلیفہ کا حاجب بنکر استقبال کے لئے شہر کے دروازہ پر

کھڑا ہوا، جب خلیفہ کی سواری پہنچی تو عام نوکرون کی طرح لگام پکڑ کر پیادہ خلیفہ کے جلو مین چلا،

تمکو معلوم ہے سلجوقی کون تھے؟ یہ خانہ بدوش ترک تھے جنکو سلطان محمود نے اپنی حدود

حکومت سے خارج کر دیا تہا، یہ اِدہر اُدہر لوٹ مار کرتے پھرتے تھے، طغرل اس قبیلہ کا رئیس تہا

جو رفتہ رفتہ امارت کے درجہ کو پہنچ رہا تہا، اس قبیلہ کی سفاکی و غارتگری سے ڈر کر لوگون نے

دربار خلافت مین التجا کی، خلیفہ قائم بامر اللہ نے اُنکو ایک خط لکھکر بھیجا جسمین انکے اعمال

شنیعہ پر انکو سرزنش، اور بندگان الٰہی پر رحم کرنے کی نصیحت کیگئی تھی، یہ خانہ بدوش قبیلہ اس

نامۂ خلافت کو اپنے لئے فرمان سلطنت سمجہا، اسقدر انھون نے خوشی منائی کہ قاصد خلافت کو

تو بر تو بیرہ خلعت پہنائے، اور طغرل نے اپنا یہ مرتبہ سمجہا کہ خلیفہ اُسکو خط لکھتا ہے، چنانچہ اس

واقعہ سے ملوک اطراف مین اس نے امتیاز حاصل کر لیا، اور چند روز کے بعد عید کا دن آیا تو

سلجوقیون نے حسب دستور لوٹ مار کی تیاری شروع کی، طغرل سوار ہو کر نکلا اور منع کیا کہ

"خلیفہ جسکی اطاعت فرض ہے اسکے حکم کے خلاف نکرو" اس نے تمکو نیابت کا امتیاز بخشا ہے،

یہ پہلا دن ہے کہ سلجوقی تخت حکومت پر بیٹھے ہین، اور آخر وہ دن آتا ہے کہ چین کی سرحد سے

قسطنطنیہ کی دیوار تک اُنکی حکومت پہیل جاتی ہے،

۴۶۷ھ مین خلیفہ قائم بامر اللہ نے وفات پائی اُسکی جگہ مقتدی بامر اللہ خلیفہ ہوا، خلیفہ کیلئے

ضروری تہا کہ تمام سلاطین اسلام اُسکی خلافت کی بیعت کرین، اُن سلاطین کی بیعت گویا اُنکے

ملکون کے مسلمانون کی بیعت کے قائم مقام تھی، مقتدی جب خلیفہ منتخب ہوا تو علاوہ علما و قضاۃ، اور امرا کے دیگر سلاطین جو اسوقت موجود نہ تھے، اُنھون نے بیعت غایبانہ کی، سلطان ملک شاہ سلجوقی جسکے دبدبہ و عظمت کا شہرہ ابتک داستانون مین ہے، خلیفہ کی طرف سے عمید الدولہ کو بھیجا گیا کہ وہ اس سے بیعت خلافت لے، اور قاضی بیضاوی نظام الملک کے بیٹے موید الملک کے ساتھ غزنین بھیجے گئے کہ یہان کے بادشاہ وقت سے خلیفہ کی طرف سے بیعت لین، (تاریخ سلجوق صفحہ ۴۹)

۴۷۹ھ مین سلطان ملک شاہ اپنے دربار کے امرا اور فوج کے سپہ سالارون کو لیکر بغداد آیا، خلیفہ نے اپنے خادم خاص کی معرفت سلطان کو حضوری کی اجازت دی، اس بشارت کو سُن کر ملک شاہ بیحد مسرور ہوا، جب دربار مین حاضر ہوا تو خلیفہ نے سلطان کو بیٹھنے کا اشارہ کیا، لیکن سلطان نے بیٹھنا سوء ادب سمجھا، آخر خلیفہ نے بقسم اسکو بیٹھنے کا حکم دیا تو بیٹھ گیا، نظام الملک وزیر نے ایک ایک امیر اور سردار کو خلیفہ کے سامنے پیش کیا، جب کوئی امیر اور سردار آتا زمین بوسی کرتا، نظام الملک ہر امیر اور سردار کے رتبہ اور منصب کو بتاتا جاتا تھا، ملک شاہ کے ماموں آیتگین کی جب باری آئی تو اپنی سعادت پر وہ اسقدر نازان ہوا کہ اُس نے وہین قبلہ رخ ہوکر دوگانہ شکر ادا کیا، اور ایوان خلافت کے دیوارون مین حصول برکت کے لئے اپنے چہرہ کو ملا، اسکے بعد خلیفہ نے سلطان کو سات خلعت عطا کئے اور اُسکی کمر مین دو تلوارین باندھین، اور اسکے بعد وزیر خلافت نے خلیفہ کی طرف سے سلطان کو جلال الدین کا خطاب دیکر حسب ذیل تقریر کی،

"یا جلال الدین! ہمارے آقا امیر المومنین جسکو خدا نے جانشینی کے لئے منتخب کیا ہے اور امامت کی عزت اُسکو بخشی ہے، اور اسکو اُمت محمدی اور دین و ملت کی نگہبانی سپرد کی ہے



وہ اس امانت کو تمہارے سپرد کرتے ہین، اور تم کو دو تلوارین باندھتے ہین تاکہ دشمنان الٰہی پر تم کو قوت حاصل ہو، تو انکے ملکون مین گھس جاے اور انکی گردنون کو ذلیل کرے، اور رعایا کی فائدہ رسانی مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرے، اور کوئی اہتمام اُنسے دریغ نہ رکھے، اسی خلیفہ کی اطاعت سے تم پر نیکیان نازل ہونگی اور برکات کے بادل تم پر برسینگے" (تاریخ سلجوقی)

ناظرین تم نے اس تقریر کا ایک ایک فقرہ سُنا، یہ بغداد کا گمرو خلیفہ "اس تاجدار سلجوق کی عزت افزائی کر رہا ہے جسکی حکومت کا رقبہ کاشغر سے بیت المقدس تک اور قسطنطنیہ سے بحر خزر تک وسیع تھا،

سلجوقی سلاطین اسوقت تک تخت نشین نہین ہو سکتے تھے، جب تک خلفاے بغداد انکو فرمان شاہی عطا نہین کرتے تھے، ہر نئے سلطان کی تخت نشینی کے موقع پر خلیفہ کے دستخط سے ایک فرمان اُسکی تولیت کا نکلتا تھا جسکو تقلید کہتے تھے، یعنی گردن مین طوق (اطاعت) ڈالنا (ابن اثیر جلد ۹ صفحہ ۱۵۵) اسی طرح جب کوئی نیا خلیفہ منتخب ہوتا تھا تو اُسکی بیعت اُن پر فرض تھی، ان سلاطین کے القاب مین سب سے پر فخر لقب خلیفہ کی اعانت، یاری اور مددگاری کا ہوتا تھا، جیسے ناصر امیر المومنین، ولی امیر المومنین، یمین امیر المومنین، وغیرہ،

سلاطین سلجوقی کی تاریخون مین خلفاے بغداد کی عزت و احترام کے واقعات اس کثرت سے ہین کہ ہم انکا اس چھوٹے سے مضمون مین استقصا بھی نہین کر سکتے، لیکن آخر آخر مین باہم کشمکشین پیدا ہو گئی تھین، اُسکا سبب یہ تھا کہ سلجوقیون کی ترقی شباب پر پہنچ چکی تھی، اُنکو ہوس پیدا ہوئی کہ اب خلافت بھی اُنکے خاندان مین منتقل ہو جائے، چنانچہ ملک شاہ نے اس غرض سے اپنی بہن خلیفہ سے بیاہ دی، اس سے جو لڑکا پیدا ہوا، سلطان نے خلیفہ کو مجبور کیا کہ وہ اُسکو اپنا جانشین بنادے، خلیفہ اپنے ایک اور بیٹے کو ولی عہد بنانا چاہتا تھا، چنانچہ اُسکو یہ بہت شاق ہوا

اور اُسکو دودمان عباسی کی تحقیر سمجھا، اور اسدرجہ دردمند ہوا کہ اس نے چند روز تک تمام [illegible]
ترک کر دیئے اور دل کی آواز کے ساتھ خدا سے دعا مانگی کہ اس مصیبت کو اسکے سر سے دور [illegible]
خدا کا کرنا ایسا کہ ایک ہی ہفتہ مین سلطان مرگیا اور اسی کے ساتھ اس مصیبت کا بھی خا[تمہ]
ہوگیا، لوگون مین یہ واقعہ خلیفہ بغداد کی کرامات مین شمار ہونے لگا، پھر سلاطین سلجوق نے
دوبارہ اس قسم کی جرأت نہین کی،

مسترشد باللہ بڑے استقلال وہمت کا خلیفہ گذرا ہے، علم حدیث مین صاحب کمال
تھا، اس نے یہ عزم کر لیا کہ خلافت کو وہ اپنے اصلی اقتدار پر قائم کریگا، اسلئے اسکو امرا اور سلاطین
سے لڑنا پڑا سب سے پہلے دبیس نام ایک امیر سے اسکی جنگ ہوئی، میدان مین جب دونون
فوجین آکر آمنے سامنے کھڑی ہوئین تو خلیفہ نے کہا مجھے فتح وظفر کی خوشبو ابھی سے محسوس
ہوتی ہے، چنانچہ اُسکو فتح نصیب ہوئی، بعد کو مورخین نے اُسکو کرامات ومغیبات مین داخل کی[ا]
(تاریخ گزیدہ)

اسکے بعد سلطان مسعود سلجوقی کی باری آئی، اس نے خواہش کی کہ بعض سلاطین سابق کی
طرح خطبہ وسکہ مین اسکا نام بھی داخل کیا جائے، مسترشد نے اُسکو قبول نہین کیا، نوبت جنگ
تک پہنچی، مسترشد کے ترکی غلامون نے بیوفائی کی اسلئے اُسکو شکست ہوئی، لیکن فاتح سلطان
جب مفتوح خلیفہ کے سامنے آتا ہے تو زمین کو بوسہ دیتا ہے اور اپنے گناہون کی معافی چاہتا ہے
لیکن امرائے سلجوق سلطان کی خلاف مرضی خلیفہ کو قید کر دیتے ہین، یہ خبر جب بغداد پہنچی ہے
تو کہرام برپا ہو جاتا ہے، لوگ بازارون مین سرون پر دھول ڈالتے تھے، عورتین ننگے سر نوحہ
کرتی نکل آئین، مسجدین بند ہوگئین، خطبہ اُٹھہ گیا، اتفاق سے اسی زمانہ مین زلزلے بڑے
زور وشور سے آئے، تمام ملک مین بےچینی پھیل گئی، سلطان کی فوج مین بغاوت کے آثار



پیدا ہوگئے، یہ دیکھکر سلطان مسعود کے چچا سلطان سنجر سلجوقی نے بھتیجے کو حسب ذیل خط لکھا،

"فرزند من! یہ خط جو وقت تم کو ملے فوراً امیر المومنین کی خدمت مین حاضر ہو، زمین کو
بوسہ دو، قصور کی معافی چاہو، اور عاجزی کی کوئی حد اُٹھا نہ رکھو، کیونکہ آسمان اور زمین کے
آثار وعلامات جنکے سننے کی ہمارے کانون مین طاقت نہین اور پھر بیس دن تک برق
ورعد وزلزلہ اور اس زور کی آندھیان اور اس سے زیادہ یہ ہے کہ فوج مین تشویش
اور صوبون مین انقلاب ہے، مجھے تو خدا کی طرف سے اپنی جان کا خوف ہے، جامع
مسجدون مین لوگون نے نمازین پڑھنا چھوڑ دی ہین، خطیبون کو خطبہ پڑھنے نہین دیا جاتا ہے
مجھ مین ان مصیبتون کی برداشت کی طاقت نہین، تم فوراً امیر المومنین کو دار الخلافہ مین
پہنچاؤ اور اپنے بزرگون کے طریق کے مطابق حضور کی غاشیہ برداری کرو"

سلطان مسعود نے ان تمام احکام کی تعمیل کی، لیکن افسوس کہ اسی اثنا مین مراغہ کے
حدود مین خلیفہ باطنیون کے ہاتھون سے مارا گیا، حمد اللہ مستوفی نے لکھا ہے کہ اسی لئے مراغہ
والون کو "خلیفہ کُش" کہتے ہین،

مسترشد کے بعد الراشد خلیفہ ہوا، سلطان نے بہت چاہا کہ پھر بدستور سابق خلافت و
سلطنت مین میل ہو جائے، لیکن الراشد نے قطعی انکار کیا، اور آخر پھر جنگ چھڑی اور خلیفہ
باطنیون کے ہاتھ سے مارا گیا، مسند خلافت پر ایک اور جوان ہمت مقتفی بامر اللہ کے نام سے
خلیفہ ہوا، اُس نے بھی اس جنگ کی حالت کو قائم رکھا، ادھر سلطان مسعود نے وفات پائی، اور
اسکی جگہ سلطان محمد ہوا، خلیفہ نے سلجوقی امرا کو بغداد سے نکلوا دیا، انکی جائدادین ضبط کر لین
اور سلطان محمد کا نام خطبہ اور سکہ سے مٹا دیا۔

امرا نے جنکی جائدادین اور جاگیرین ضبط ہوگئی تھین سلطان کو بھڑکانا شروع کیا،

اور لڑائی پر آمادہ کرنا چاہا، سلطان نے جواب دیا "جلد بازی سے کام نہ لو، خلیفہ کی مخالفت بدبختی ہے، اسکی دوستی مبارک اور اسکی دشمنی مذموم ہے، اور مین نہین چاہتا کہ اپنی سلطنت کا آغاز خلیفۂ وقت کی دشمنی سے کرون" امرا نے کہا، حضور تردد نہ فرمائین، ہملوگ صرف حضور کی اجازت کے طلبگار ہین کہ اپنی جاگیرین واپس لین، سلطان نے کہا میری جو رائے تھی وہ ظاہر کرچکا، اب تم جو چاہو کرسکتے ہو" امرا نے مل کر بڑے سروسامان سے جنگ کی طیاری کی اور بغداد کی طرف روانہ ہوئے، خلیفہ نے بھی اپنے امرا کو تیاری کا حکم دیا، سلجوقی امرا نے خوب خوب حملے کئے اور جی توڑ توڑ کر لڑے مگر عسکر خلافت کے پاؤن کو لغزش نہوئی ناچار یہ امرا ناکام ہوکر سلطان کے پاس آئے، سلطان نے انکو بہت شرمایا اور کہا "تم نے اپنی آبرو مین بٹہ لگایا، جانین برباد کین، خلیفہ کو اپنا دشمن بنایا، اب اس سلطنت کی بہار ختم ہوچکی اور توبہ بھی اب قبول نہین ہوسکتی"۔

تاریخ دولت سلجوق کا مصنف عماد الدین اصفہانی، سلطان کے ان فقرون کو نقل کرکے لکھتا ہے:۔

"اور ویسا ہی ہوا جیسا کہ سلطان سمجھتا تھا، کیونکہ خلیفہ نے اسکے بعد سلجوقیون کے گناہون کو پھر نہین بخشا اور انکی طرف سے اسکا دل کبھی صاف نہین ہوا"۔

سنہ ۵۵۱ھ مین سلطان سلیمان سلجوقی، سلطان محمد کا حریف بنکر نکلا، اور آستانۂ خلافت سے امداد طلب کی، اور خود بغداد آکر حاضر ہوا، قاصد نے خلیفہ کا سلام اور پیام پہنچایا، سلطان اس عزت افزائی سے متاثر ہوکر جوش مسرت مین گھوڑے سے اتر آیا اور زمین کو بوسہ دیا، اتفاق تھا کہ سلاطین اور بادشاہون کے قاصد اور حج کے کاروان سالار جب آستانۂ خلافت پر حاضر ہونا چاہتے تو دہلیز کو بوسہ دیتے، ابتک کسی دیلمی اور سلجوقی سلطان نے اسکو بوسہ نہین دیا تھا



سلطان سلیمان پہلا سلطان تھا جس نے حاضر ہوکر اس دہلیز کو بوسہ دیا، خلیفہ نے اپنی فوج دیکر سلطان سلیمان کو سلطان محمد کے مقابلہ کے لئے بھیجا، لیکن سلیمان کو شکست ہوئی، محمد نے چاہا کہ اب خود بغداد چل کر خلیفہ سے فیصلہ کرلینا چاہیئے، چنانچہ فوج گران کے ساتھ بغداد کو روانہ ہوا، بغداد نے بھی بچاؤ کی تدبیرین شروع کین، محمد بغداد کا محاصرہ کئے پڑا رہا، چاہتا تھا کہ دست درازی اور گستاخی کی نوبت نہ آئے اور بے لڑے بھڑے معاملہ طے ہوجائے، خلیفہ نے سلطان کو حسب ذیل خط لکھکر بھیجا کہ "اگر تو کمزور سمجھکر ظلم پر آمادہ ہے تو مین اپنے ساتھ ایک مقتدر خدا بھی رکھتا ہون"، پھر یہ آیت لکھی تھی کہ "جو ظالم ہین وہ جان لین گے کہ انکا حشر کیا ہوگا"

اسکے بعد خلیفہ نے خود مختار امرائے سلجوقی مین سے ایلدگز کو خط لکھا کہ وہ فوج لیکر سلطان کے دار السلطنت پر قبضہ کرلے، ایلدگز نے اس حکم کی تعمیل کی، اسی اثنا مین قافلۂ حج کی واپسی کا زمانہ آیا، انھون نے جو سلطان کی اس حرکت کو دیکھا تو انکی زبانی شہر شہر مین سلطان کی بدنامی پھیل گئی، اور یہی آخر عظیم الشان دولت سلجوقیہ کی تباہی کا باعث ہوا۔

اسکے بعد دو تین سلاطین سلجوقیہ مین اور بھی گذرے، ان مین سے بعض کا بغداد مین خطبہ بھی پڑھا گیا، خلفا کی طرف سے انکو القاب بھی عطا ہوئے، مگر دربار خلافت مین انکے کاروبار کو رونق نہوئی، یہانتک کہ مقتفی کے بعد جب مستنجد خلیفہ ہوا، اور حسب قاعدہ سلاطین وقت کو بیعت کے خطوط لکھے گئے، اور اسی ضمن مین سلطان سلیمان سلجوقی کو بھی مراسلہ بھیجا گیا، تو اسکو وہ فال نیک سمجھا، اور دربار خلافت سے تعلق پیدا کرنے کے متعلق اسکی خوابیدہ امیدین پھر بیدار ہوئین، چنانچہ اس نے خوشی خوشی بیعت کی اور اپنی تمام مملکت محروسہ مین احکام بھیجے کہ آج سے خلیفہ مستنجد کا خطبہ پڑھا جائے، اور اسکے بعد اپنے کچھ نائب دربار خلافت مین بھیجے مگر انکو رسائی نہ حاصل ہوسکی،

چھٹی صدی کے آخر مین اس خاندان کا خاتمہ ہوگیا، اب خوارزم شاہیون کی نوبت آئی گو انکی ریاست بہت پہلے سے قائم ہو چکی تھی، مگر اب وہ شہنشاہی کے درجہ کو پہنچ گئی، انکو بھی یہ ہوس ہوئی کہ دار الخلافت مین اُنکے نام کا خطبہ پڑہا جائے، اور خلیفہ کی طرف سے یہ وکیل با اختیار بن جائین، لیکن اُنکی یہ آرزو پوری نہوئی، اب اُنھون نے یہ ارادہ کیا کہ خلافت عباسیہ کو مٹا کر سادات کی خلافت قائم کرین، چنانچہ ایک ترمذی سید کا اسکے لئے انتخاب کیا اور فوج و سامان لیکر یہ بغداد کی طرف روانہ ہوئے، لیکن راستہ مین ایسے حوادث پیش آئے کہ سارا لشکر تباہ و برباد ہوگیا، تاریخ گزیدہ کا مصنف حمد اللہ مستوفی اس موقع پر لکھتا ہے،

"سلطان ناچار بہ ہمدان مراجعت کرد، شکوہ از دہا کمتر شد و قصد دار الخلافہ بود مبارک ندانستند" صفحہ ۴۹۶

لوگون کی اس عقیدت پر غور کرو، یہ واقعہ خوارزم شاہیون کی بربادی کا سبب بنگیا اور خود اسکے امرانے اس سے بیوفائی کی اور تاتاریون کو اسکے ملک مین آنیکی دعوت دی،

اب ہم تاریخ کے اس حصہ پر پہنچگئے ہین جسمین تاتاریون کے ہاتھون سے ممالک اسلامیہ اور خلافت عباسیہ کی تباہی کا خمیر تیار ہو رہا ہے، مسلمان امرانے گو خود تاتاریون کو اپنے ملک مین بلایا مگر انہین خبر نہ تھی کہ یہ سیلاب بلا خود انکو بہا لیجائیگا، چنانچہ رفتہ رفتہ انھون نے ممالک اسلامیہ مین پھیلنا شروع کردیا،

سنہ ۶۲۳ھ مین مستنصر نے مسند خلافت پر قدم رکھا، اُس نے عنان سلطنت اپنے ہاتھ مین لینے کے ساتھ خلافت کے کاروبار کو بہت فروغ دیا، مستنصریہ سا مدرسہ جامعہ بنوایا جسکی نظیر دنیا نے کبھی نہین دیکھی تھی، مورخین لکھتے ہین کہ اسکے عہد مین ملک رشک بہشت بنگیا، اور ویرانی و بربادی کا نام و نشان مٹگیا، اسی اثنا مین فتنہ "تاتار" کا غلغلہ بلند ہوا، تاتاریون نے اردبیل کا



کا محاصرہ کرلیا، مسلمانون نے دربار خلافت مین فریاد بھیجی، ابتک مسلمانون مین خلافت کا ایک ذرا سا اثر باقی تہا، سالانہ حج کے اسرار سے بھی انکو آگاہی تھی، خلیفہ نے حاجیون کو امسال حج سے روکدیا اور محصور مسلمانون کی حفاظت کو اس فریضہ پر ترجیح دی، چنانچہ اعلان کے ساتھ ہی سرفروشان راہِ الٰہی نے جامۂ احرام کو تھوڑی دیر کے لئے اُتار دیا، اور خود و زرہ پہنکر اپنے محصور بھائیون کی امداد کو سرزمین حجاز سے مڑکر کردستان کی سمت روانہ ہوگئے،

کیا آج بھی ہمارے کاروان حج کو غور کرنا ہے کہ انکو بندر جدہ کی سمت چلنا چاہئیے یا بندر سمرنا کی طرف ؟

نور الدین زنگی جسکی تلوار نے یورپ کے صلیبی حوصلہ مندون کو شکست فاش دی، وہ خلیفہ مستنجد کا نامزد کردہ تہا، خلیفہ نے الملک العادل کا خطاب دیکر مصر و شام کی ولایت اسکو عطا کی، اور اس نے پورے زور و بازو سے آستانہ خلافت کے توقعات کو پورا کردکہایا، اسکے بعد خلیفہ عاضد نے اس مہم کے لئے اس جوان ہمت کا انتخاب کیا جسکو دنیا صلاح الدین کہتی ہے اور الملک الناصر کا خطاب دیکر مصر کی سلطنت بخشی،

اس سلسلۂ داستان مین ایک بڑی دلچسپ چیز چھوٹ گئی، ان "کمزور خلفا" کی حکومت کے حدود تم دیکھتے ہو کسقدر مختصر ہین، لیکن ہم یہ دکہانا چاہتے ہین کہ انکے اقتدار و اثر کے حدود کس قدر وسیع ہین، جن سے سنی دنیاے اسلام کا کوئی گوشہ آزاد نہین، تم نے بار بار سنا کہ افریقہ (ٹیونس والجزائر، طرابلس) اور مصر مین ایک حکومت اسماعیلیہ کے نام خلافت کی دعویدار ہوگئی تھی، اور ان مقامات مین عباسیہ کی خلافت کا خطبہ صدیون تک انھون نے بند کردیا، لیکن وہ زمانہ بھی آیا کہ ایک کرد افسر نے مصر مین دولت فاطمیہ کا خاتمہ کردیا، یہ کون تہا، بیت المقدس کا فاتح سلطان صلاح الدین ایوبی ! اسکے بتانے کی تو حاجت نہین کہ یہ کس زور و سطوت کا سلطان تہا، لیکن

تم یہ جانتے ہو کہ وہ قوت جس نے تمام سلاطین یورپ کی قوتون کو پاش پاش کر دیا، اسکو اس [illegible]
فخر تہا کہ وہ "کمزور خلیفہ" بغداد کا ادنی چاکر ہے، محاربات صلیبی مین وہ گو فتوحات اپنے زور بازو سے
حاصل کرتا تہا لیکن فتح نامہ دیوان عزیز (محکمۂ خلافت کا نام تہا) مین بہیجتا تہا، چنانچہ الفتح [illegible]
فی الفتح القدسی مین یہ تمام تحریرین موجود ہین،

جب پہلے پہل سلطان مصر مین داخل ہوا تو اس بنا پر کہ یہان صدیون تک مصر کے شیعی
خلفا کے نام کے خطبے پڑہے گئے ہین، عباسیہ خلیفہ کا نام اگر لیا جاے تو کوئی فتنہ نہ اٹھ کھڑا ہو، [illegible]
اعلان حق مین قدرے تامل ہوا، ایک جرجان کے عالم نے اٹھکر کہا،

"خطبہ بنام خلفاے بنی عباس می باید کرد تا نماز درست باشد" (تاریخ گزیدہ صفحہ ۳۶۷)

یہ کیا؟ کیا کبھی مسلمان علما یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ خلافت کے بغیر نماز درست نہین ہوتی؟

کوہستان گیلان کے اسمعیلی باطنیون (پیروان صباح) کا نام کس نے نہین سنا، اور کون
نہین جانتا کہ قلعہ الموت کے فرمانروا خلفاے بغداد اور اہل سنت کے کسقدر دشمن تھے،
انکے فدائیون کے ہاتہون کتنے ہی علماے اہل سنت اور خلفاے بغداد نے شہادت پائی، [illegible]
امامت کے مدعی تھے، لیکن اللہ تعالے نے ان مین سے ایک کو توفیق دی، جلال الدین حسن [illegible]
دار الخلافہ بغداد سے راہ و رسم پیدا کی اور وہان سے تمام سلاطین اسلام کے نام اسکے حسن عقیدہ
کے فرامین بہیجے گئے، دربار خلافت سے نو مسلم اسکا خطاب ہوا، خلیفہ نے مسلمانان قزوین کے نام
اسکے اسلام کا فرمان روانہ کیا، مسلمان امرا کو اس سے قرابت کرنے کی اجازت دی اور اسکی
مان جب حج کو آئی تو خلیفہ نے اسکا یہانتک اعزاز کیا کہ تمام سلاطین اسلام کی سواریون سے اسکی
سواری آگے رکہی، آخر الموت کے گردن شکن قلعہ مین جسکو ملک شاہ اور سنجر کی بے پناہ فوج بھی ہلا
نہ سکی تہی، بغداد کا "کمزور خلیفہ" بغداد مین بیٹھا بیٹھا اسکو بیخ و بن سے ہلا دیتا ہے، اور جس ممبر پر [illegible]



[illegible] علی ذکرہ السلام نے شریعت محمدی کے نسخ کا خطبہ دیا تہا، اسی ممبر پر کمزور خلفاے عباسی کے
نام کا خطبہ پڑہا گیا،

مغرب و افریقہ یعنی تونس و الجزائر و طرابلس مین بھی اسمعیلی حکمران ہو گئے تھے، بلکہ یہ کہنا چاہیے
کہ اسماعیلیون کے خاندان نے جنم وہین لیا تہا، پانچوین صدی کے اوائل مین معز بن بادیس
وہان کا حکمران ہو گیا، اس نے اسمعیلی اثر و اقتدار کا جال توڑ کر رکھدیا اور آستانۂ بغداد کی طرف
رجوع کیا، خلیفہ قائم بامر اللہ نے اسکے عریضۂ بیعت کو قبول کیا، اور بڑے سر و سامان سے خود
اپنے دست خاص سے اسکے لیے علم حکومت بنا کر افریقہ بہیجا، اتفاق سے یہ علم ایک موکب شاہی
کے ساتھ عین اسوقت افریقہ کے پایۂ تخت مین جا کر پہنچا، جب جمعہ کے دن خطیب ممبر پر کھڑا ہو کر
خلیفہ کا نام لینا چاہتا تہا، خطیب نے اس موکب ہمایون اور اس لواے خلافت کی طرف
اشارہ کر کے کہا کہ مسلمانو! او یہ خلیفۂ وقت کی نعمت عظمی اور اسلام کے فتح و ظفر کی نشانی تمہارے
پاس آگئی، اس برمحل اور پر اثر منظر سے ان دور افتادہ مسلمانون کے دل کیف سے لبریز ہو گئے،

تم جانتے ہو سسلی کہان ہے؟ یہ یورپ مین اٹلی کا حصہ ہے، مسلمانون نے ایک زمانہ
مین اسکو فتح کیا تہا، لیکن اس دور دراز علاقہ مین خطبہ کسکے نام کا پڑہا گیا؟ اور وہان کے مسلمانون نے
کسکی خلافت تسلیم کی؟ بغداد کے خلیفہ مقتدر باللہ کی،

اسی زمانہ مین روس کا ایک بلغاری بادشاہ اسلام قبول کرتا ہے، لیکن وہ اپنے
اسلام کی درخواست کو کس آستانہ پر پیش کرتا ہے، بلغار سے چل کر اسکا قاصد بغداد آتا ہے،
اور یہان سے خلیفہ علما کی ایک سفارت کے ساتھ فرمان شاہی اور لواے حکومت بھیجتا ہے،

بغداد کے ان "محدود الاختیار" خلفا کے غیر محدود اثر و اقتدار کو تم دیکھ رہے ہو؟

تاتاریون نے خلافت بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجا دی، تمام مشرقی ممالک اسلامیہ

زیر و زبر کر ڈالے، مسلمانون کا کوئی مشرقی ملک انکے حملون سے آزاد نہ تھا، مصر و شام کے غلام
حکمرانون نے دوڑ کر خلافت کے تن بیجان کو اٹھا لیا، اور اپنی بنی بنائی سلطنت انکے حوالہ کر دی،
اپنا تاج و تخت انکے قدمون کے نیچے ڈالدیا، اور اپنے لئے یہ فخر بس سمجھا کہ وہ خلافت کے خادم
اور چاکر ہین، اور اسی طریق پر تقریباً تین سو برس انہون نے ختم کئے، کیا یہ کوئی معمولی ایثار ہے؟
پھر اسی قدر نہین بلکہ اور دوسرے سلاطین اس فخر کو خود حاصل کرنے کے لئے تلوار کے قبضہ پر ہاتھ
ڈالتے ہین اور میدان جنگ مین اسکا فیصلہ چاہتے ہین،

ہمارے مضمون کے ہندوستانی ناظرین کو کاوش ہوگی کہ آخر اس تقریب مین انکے وطن کا
نام بھی آئیگا؟ علامہ ابن جوزی نے مستقی بامر اللہ کے حال مین لکھا ہے کہ اسکا خطبہ اکثر ملکون مین
پڑھا گیا، اور "بادشاہون نے اسکی اطاعت قبول کی"۔ الناصر لدین کے حالات مین ہے کہ اس نے
خلافت کے رعب و دبدبہ کو از سر نو زندہ کیا، لوگون کے دلون مین اسکی ہیبت چھا گئی تھی، اس سے
ہندوستان اور مصر کے لوگ بھی اسیقدر ڈرتے تھے، جسقدر بغداد والے" بغداد کے اندر"۔

اللہ اکبر! کیا ان کمزور اور بے بس خلفا کے ہاتھون مین یہ قوت اور طاقت تھی کہ بغداد سے
ہزارون میل دور قاہرہ اور دلّی کے سلاطین اسکے نام سے کانپ اٹھتے تھے؟

ہندوستان مین بہمنی سلطنت قائم ہوتی ہے، رسم تاجپوشی ادا کیجا رہی ہے تو سیاہ رنگ
اختیار کیا جاتا ہے، ہم حیرت سے پوچھتے ہین کہ یہ کیون؟ مورخین جواب دیتے ہین اسلئے کہ یہ
خلفائے عباسیہ کا سرکاری رنگ ہے اور اس سے بقائے سلطنت کیلئے برکت اندوزی مقصود ہے
التمش سے لیکر لودی تک جسقدر ممتاز سلاطین یہان گذرے ہین، ان مین سے کوئی ایسا
نہ تھا جس نے خلیفہ بغداد و مصر کی بندگی کا اعتراف نہین کیا، انکے قاصد دربار خلافت مین

ل خلافت اور ہندوستان کے عنوان سے میرا ایک مستقل مضمون شائع ہو چکا ہے، اسکو پیش نظر رکھیے۔



آتے جاتے تھے، انکے وہان سے فرمان سلطنت، خلعت، علم نیابت اور القاب شاہی لاتے تھے،
ہم ان واقعات کو خلافت اور ہندوستان کے مضمون مین بہ تفصیل لکھ چکے ہین، ذیل مین صرف
ایک واقعہ لکھتے ہین جس سے ظاہر ہوگا کہ سلاطین ہند کی نگاہون مین بغداد کے بھی نہین بلکہ
مصر کے بے اختیار اور بے بس خلفا کی کیا وقعت تھی؟

خلیفہ مستنصر باللہ کے سلسلہ کا ایک عباسی خلیفہ زادہ جسکا نام غیاث الدین تھا، کسی سبب سے
بغداد سے ترکستان چلا آیا تھا، اور وہان حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہما کے مزار پر سالہا سال
مجاور رہا، جب سلطان کی عقیدتمندی کا آوازہ پھیلا تو غیاث الدین نے ترکستان سے اپنے دو سفیر
سلطان کے پاس بھیجے، یہان بغداد کے جو لوگ ہندوستان مین مقیم تھے، انھون نے خلیفہ زادہ
کی صحیح النسبی کی شہادت دی، سلطان نے عریضہ بھیجا اور بڑی منت سے خلیفہ زادہ کو ہندوستان
آنے کی دعوت دی، خلیفہ زادہ جب ہندوستان کی سرحد پر پہنچا تو وہان امرا کو استقبال کیلئے
بھیجا، جب سرستی تک سواری پہنچی تو قاضی القضاۃ صدر جہان کمال الدین غزنوی اور دوسرے
علما کو انکے استقبال کے لئے روانہ کیا، اور جب دلّی سے باہر مسعود آباد مین خلیفہ زادہ کا موکب
ہمایون پہنچا تو خود سلطان اکابر دربار کو لیکر نکلا، اور ایک معمولی آدمی کی طرح پیادہ ہو کر خلیفہ زادہ کی
رکاب تھامی، اور عرض کیا کہ اگر مین پہلے خلیفہ ابوالعباس کی بیعت نہ کر چکا ہوتا تو آپکی بیعت کر لیتا،
خلیفہ زادہ نے جواب دیا کہ مین بھی انہین کی بیعت پر ہون، غرض بڑے تزک و احتشام سے یہ
سواری دلّی پہنچی، اور ایک ایوان شاہی قیام و سکونت کے لئے خاص کیا گیا، اور مخدوم زادہ خطاب
ہوا، دربار مین جب خلیفہ زادہ آتا تو سلطان خود اٹھکر تعظیم دیتا اور اپنے برابر تخت پر بٹھاتا، اسی
اثنا مین ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ غزنی کا ایک امیر جس سے مخدوم زادہ کا دل صاف نہ تھا، دلّی آیا،
سلطان نے اسکے رہنے کے لئے جو مکان متعین کیا وہ مخدوم زادہ کے قبضہ مین تھا، مخدوم زادہ نے

اسکو اپنی توہین سمجھا، اور فوراً وزیر سے آکر کہا کہ سلطان سے کہدو کہ اُسکے تمام ہدایا اور نذرانے میرے پاس اسی طرح بدستور رکھے ہین وہ واپس منگوالے، اتنا کہکر آزردگی کی حالت مین دربار سے اُٹھ آیا، سلطان نے جب یہ سُنا تو اُسکے ہاتھ کے طوطے اُڑگئے اور دوڑا ہوا مخدوم زادہ کے مکان پر گیا اور عام آدمیون کی طرح اجازت لیکر پیادہ اندر داخل ہوا، اور اپنے قصور کی معافی چاہی مخدوم زادہ نے معاف کیا، سلطان کے اس جوش عقیدت کو دیکھو، عرض کرتا ہے، اے گوہر کانِ خلافت! مجھے اسوقت تک اپنی برات کا یقین نہ آئیگا جب تک پاے مبارک میری اس ذلیل گردن پر نہو، خلیفہ زادہ نے کہا مجھسے تو یہ نہین ہوسکتا، لیکن سلطان کسی طرح راضی نہوا، اور زبردستی اپنا سر زمین پر ڈالدیا، اور ایک امیر نے خلیفہ زادہ کے قدم اُٹھاکر آہستہ سے سلطان کی گردن پر رکھکر اُٹھالیا، سلطان نے کہا اب مجھے حضور کی خوشنودی اور رضامندی کا یقین آیا، ابن بطوطہ اس واقعہ کو لکھکر کہتا ہے کہ یہ ایسا عجیب و غریب واقعہ ہے جو کسی بادشاہ کے متعلق کبھی سُننے مین نہین آیا،

بادشاہ کے مذاق کا اندازہ دربار کے شعراء کی زبان سے ہوتا ہے، مشہور شاعر بدر چاچ سلطان کے دربار کا شاعر تھا اُسکے قصاید کا دیوان ہر جگہ ملتا ہے تم اُسکا کوئی صفحہ کھولو سلطان کی مدح کے ساتھ امام عصر اور خلیفۂ زمان کی ستائش توام پاؤگے، شاید خشک تاریخی واقعات سے تم گھبرا اُٹھے ہو، بدر چاچ کے یہ چند اشعار کچھ دیر کے لئے رنگ بدلدینگے، شروع سے چلو،

اُو شہنشاہِ شریعت بود و منشورش کتاب　　　این زمان قائم مقام او امامِ اکبر ست

شاہ ابن احمد ابو العباس امیر المومنین　　　آنکہ آلِ دودۂ عباس را سر دفتر ست

آفتابِ شرع و ملت، آسمانِ ملک و دین　　　آنکہ مر تختِ خلافت را جمالش زیور ست

آنکہ از جان ہبت فرمان او بر دل نوشت　　　بادشاہِ شرق و غرب و حاکم بحر و بر ست



بو المجاہد ظلِ حق سلطان محمد کز جلال　　　دودِ شمع بزم او شمع روان اخضر ست

سوی امیر المومنین سلطان محمد شاہ دین ہم برد　　　آب ابتین　ہم فرّ دارا ریختہ

چون از خلیفہ شاہ را منشور آمد با لوا　　　شد باز نورِ والضحیٰ بر فرق طہ ریختہ

شاہ محمد آن ولیِ عہدِ خلیفۂ زمان　　　کو چو امام چار مین شہرِ علوم را در ست

حضرت علی

جب سلطان کے نام خلیفہ نے مصر سے فرمانِ سلطنت اور خلعت بھیجا تو شاعر نے اس تقریب مین حسب ذیل قصیدہ دربار مین پیش کیا،

جبرئیل از طاقِ گردون البشرو گویان رسید　　　کز خلیفہ سوے سلطان خلعت و فرمان رسید

شاہ را بر کلِ عالم حکم مطلق داد امام　　　وین خبر در ہفت کشور بر ہمہ شاہان رسید

جاہ حاسد را چو چاہِ یوسفی بے آب کرد　　　خلعتِ مصری کہ از کنعان بہندوستان رسید

ملک را باز و قوی شد این سرفرازی نمود　　　شرع را حرمت فزون شد رونق ایمان رسید

راست عید مومنان آمد کہ در سالے دو بار　　　از امیر المومنین خلعت سوے سلطان رسید

ہم بتاریخے کہ ماہ از سال ہفصد شد فزون　　　زین سفر ماہِ محرم سابقِ شعبان رسید

یعنی محرم سنہ سابق مین شعبان یعنی رجب پہنچا، رجب قاصد کا نام تہا،

دردِ اسلامی کہ در سر داشت شاہنشاہِ عصر　　　از ولی المسلمین این درد را درمان رسید

آسمان تا خلعتِ عباسیان در بر کشید　　　شاہِ شرق را چو مہ یک نوبتِ جولان رسید

سلطان نے سفراے خلافت کی پیشوائی کسطرح کی اُسکا حال سُنو،

باستقبال فرمانے کہ از پیش امام آمد　　　برہنہ پا و سر کردہ چو ایمان شد و لسلامش

خلائق پیش و لس پویان، ملائک ذکر حق گویان　　　ز جرجرغ شنہ شدہ غلطان گہر بر نقرۂ خامش

گر از شکر و ثنای حق شکر می ریخت یا قوتش　　　گہی بر لعل می بارید مروارید، باد امش

چو شہ پوشید خلعت را برنگِ مردم دیدہ　　میان روز سپید یدیم شب را بامہ تا مش

ز آئینہا کہ شد لبستہ ندیدم یکسر موے　　سر ہر قبہ را فرقے زہفتم طاق و نہ با مش

امیر المومنین فرمود تا ہر جمعہ بر منبر　　بہفت اقلیم میخوانند شاہنشاہِ السلامش

ایک اور قصیدہ مین کہتا ہے

دو شن آن زمان کہ خسرو زرین قبائے خور　　در می کشید خلعتِ عباسیان ببر

یعنی رسید خلعت و فرمان سلطنت　　از حضرت خلیفہ بدارائے بحر و بر

والی عصر احمد عباس امامِ حق　　دارائے دہر وارثِ پیغمبرِ بشر

این جشن شادی است کہ از حضرت امام　　آوردہ اند خلعت و فرمانِ معتبر

مضمونش آنکہ در کنفِ حفظ شاہ باد　　بر روے خاک آبی و بادی و خشک و تر

اقلیم ترک و روم و خراسان و چین و شام　　مامور امر شاہ بد و نیک و خیر و شر

القاب شہ کہ بر سر منبر برد خطیب　　سلطانِ شرق و غرب شہنشاہ بحر و بر

خلعت برنگ مردمک چشم داد امام　　تا نور شرع در دلِ مردم کند اثر

جشن خلعت کی تقریب مین لکھتا ہے،

بلے چنان حرم آباد آنچنان شاہیست　　کہ او متابع امر خلیفہ دنیا است

ابو الربیع سلیمان خلیفۂ بر حق　　کہ آستان درش آسمانِ عز و علا است

امام اُمّت احمد کہ خسروِ ہندش　　بجان غلام و بتن چاکر و بدل مولا است

اس اخیر شعر کو پھر پڑھو، سلطان ہند خلیفۂ بر حق کا ادنی غلام و چاکر ہے،

بتن متابع شرعِ محمد مرسل　　بدل مطاوعِ امرِ خلیفۂ دنیا

ابو الربیع سلیمان عہد مستکفی　　مدار شرع نبی شمع دودۂ خلفا



امام حق کہ شد او را محمد تغلق　　بدل غلام و بتن چاکر و بجان مولا

آن بندۂ خلیفہ، در پیش تخت بخت　　نائب ہزار خاقان، حاجب ہزار قیصر

شاہ محمد لقب، احید را احمد نسب　　زان با امام زمان بیعت او استوار

حاکم روی زمین سلطان محمد شاہ دین　　ای امامت بر ہمہ آفاق والی ساختہ

کبریاے تخت تو نہ طارم شش روزہ را　　گوشۂ دہلیز دار الملک دہلی ساختہ

غرض تمام قصاید اسی قسم کے اعترافات اور خلافت کی عقیدتمندی سے معمور ہین سلطان نے خرم آباد کے نام سے ایک قلعہ مع مسجد تعمیر کرایا تھا اُسپر جو کتبے لگائے گئے تھے اُن مین ایک خلیفہ کے نام کا تھا،

می کنند از کتابہاے درت　　نظمِ مدحِ خلیفہ را تکرار

وان امامِ بحق کہ گردش لطوع　　شاہ عالم بہ بندگیش قرار

ان اشعار مین سے ایک ایک کو بار بار پڑھو اور اپنے مخالفون سے پوچھو کہ ان کمزور خلفا کا یہ کیسا طاقتور اور معجزانہ اثر و اقتدار ہے جو قاہرہ سے چھ ہزار میل دور دلی کے ایوان شاہی مین نظر آرہا ہے اور یہ کیا ہے کہ کشور ہند کا غیر محدود الاختیار سلطان با این ہمہ جاہ و حشم دولت و نعم، تاج و دیہیم، فوج و لشکر، مصر کے ایک محدود الاختیار شاہِ بے ملک، سپہ سالار بے لشکر، فرمانرواے بے تاج کی غلامی چاکری اور بندگی کو فخر و نازش جانتا ہے،

ان تمام واقعات کے پڑھ لینے کے بعد ہر شخص فیصلہ کر سکتا ہے کہ ان کمزور خلفا کے دائرہ اقتدار و اثر کا کیا حال تھا؟ اگر بغداد مین معتضد و مستنصر و ناصر و مستعصم کے ہاتھون مین براہ راست بہت بڑی فوجی سطوت، اور سیاسی عظمت نہ تھی تو اُنکے ہاتھون مین عضد الدولہ اور سیف الدولہ محمود غزنوی اور شہاب الدین غوری، طغرل اور ملکشاہ، صلاح الدین اور نور الدین، التمش اور محمد تغلق جیسی طاقتین تھین، کیا اب بھی وحید الدین خان کے ساتھ کوئی عضد الدولہ کوئی محمود، کوئی طغرل، کوئی ملکشاہ، کوئی صلاح الدین یا کوئی محمد تغلق ہوگا؟

# انگریزون کی ترقی کا راز

## ایک فرانسیسی مصنف کے نقطۂ نظر سے

(۳)

از جناب مولوی محمد سعید صاحب انصاری رفیق دارالمصنفین

(۴) تکافل و تضامن کی حقیقت مین دونون قومون مین سخت اختلاف پایا جاتا ہے، استقلالی
قومین اس سے اسکی پہلی شق مراد لیتی ہین، یعنی ہر انسان کو دوسرے کی مدد
کرنا چاہیئے، بخلاف اسکے اتکالی قومین اس سے دوسری شق مراد لیتی ہین، یعنی یہ کہ انسان کو
دوسرون سے مدد مانگنا چاہیئے، ظاہر ہے کہ ان دونون معنی مین سے پہلے معنی بہتر ہین، لیکن
بدقسمتی سے اسوقت دوسرے معنی بہت عام ہو رہے ہین، اور انکو ایک مستقل مذہب کی حیثیت سے
پیش کیا جا رہا ہے، موسیو پارگوا جو اس مذہب کا سب سے بڑا حامی ہے، اسکا یہ مقصد بیان
کرتا ہے کہ

"تمام افراد کے درمیان تکافل کا ایک فطری رشتہ قائم کیا جائے"[1]

اس مقصد کے مفید ہونے مین کسکو شبہہ ہو سکتا ہے؟ لیکن جب ہم دیکھتے ہین کہ موسیو
موصوف اس مسئلہ کو تمام اجتماعی مسائل کا محور قرار دیتا ہے تو خود بخود یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ
افراد کو سوسائٹی کا تابع ہونا چاہیئے یا سوسائٹی کو افراد کا؟ موسیو موصوف پہلے خیال کا حامی ہے
اسلئے اب سوال یہ ہے کہ ہیئت اجتماعیہ مین دونون صورتون مین سے کس صورت کی بدولت
تمدنی ترقی ہوئی؟ تمام دنیا جانتی ہے کہ آج یورپ نے جو ترقی کی ہے اسکا سبب صرف یہ ہے کہ

[1] سر تقدم الانکلیز صفحہ ۲۹۲،



وہان عمل عام پر عمل شخصی غالب ہے یعنی افراد جماعت کے مقابلہ مین زیادہ طاقتور اور آزاد ہین
اور یہ بات موسیو پارگوا کو بھی کھٹکی ہے، چنانچہ خود لکھتا ہے،

"یہ سب جانتے ہین کہ ترقی کا اصلی سبب افراد کی آزادی کے لئے کشمکش ہوتی ہے،
اور ہر قوم اسوقت ترقی کرتی ہے جب اسکے افراد ہر قسم کے قیود سے آزاد ہو جاتے ہین،
اور انکو اپنے ملکات کے استعمال کرنے مین آسانی ہوتی ہے، اسلئے افراد جسقدر زیادہ
آزاد ہونگے، اور انکے وہ جسمانی اور نفسانی حرکات (جو ہر اجتماعی حرکت کا خمیر ہوتے ہین)
جسقدر زیادہ نشو و نما پائینگے اسیقدر سوسائٹی کی ترقی مکمل اور اسکا کام اعلیٰ ہوگا"[1]

لیکن باین ہمہ وہ پھر پلٹتا ہے اور اس خیال کو کھینچ تان کر اپنے مذہب پر منطبق کر دیتا ہے،
چنانچہ لکھتا ہے،

"زمانۂ استبداد مین جبراً اور آزاد حکومتون کے دور مین برضا و رغبت جو افراد کے
قویٰ ایک جھنڈے کے پیچھے جمع کئے جاتے ہین اس سے نوع انسان کی بقا کو مدد ملتی ہے
اور وہ متفرق ہونے سے محفوظ رہتی ہے"[2]

اس بنا پر دنیا کا سب سے ترقی یافتہ نظام وہ ہے

"جسکے ذریعہ سے افراد اور جماعت مین توازن قائم ہو، اور ایک کی بقا دوسرے کی
بقا پر منحصر ہو جائے، اور یہ دونون موثر (یعنی افراد اور جماعت کی ترقی) جنکو لوگ مدت سے
ایک دوسرے کا ضد سمجھ رہے ہین باہم لازم ملزوم ہو جائین"[2]

لیکن نظام افراد اور نظام جماعت کو اسطرح ملا دینا کوئی آسان کام نہین ہے، کیونکہ یہان یہ
سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس ترکیب و آمیزش مین ہر عنصر کی کمیت کیا ہوگی؟ اسکو کون ملائیگا؟

[1] سر تقدم الانکلیز صفحہ ۲۹۶ [2] ایضاً،

اور کیا ایسا کرنا ممکن بھی ہوگا؟ ہمکو خوب معلوم ہو کہ علم تحلیل الاجسام کی بہ نسبت تمدنی سوسائٹی کے تحلیل کرنے کا علم زیادہ مشکل ہے، اسی بنا پر موسیو موصوف نے اس مذہب کے عملاً تطبیق دینے کی بھی ایک صورت نکالی ہے جو اسی کے الفاظ مین حسب ذیل ہے،

"دو عنصر کی ترکیب و آمیزش کے وقت ہمکو اجتماع کی فطرت، اسکی غرض و غایت اور ان ظروف کو جنکے آغوش مین افراد اپنا حصہ حاصل کرتے ہین دیکھ لینا چاہیئے یعنی افراد کے لحاظ سے اجتماع کے مزایا و متاعب کا مقابلہ کرنا چاہیئے جس سے معلوم ہو کہ ہر فرد کے حقوق کیا ہین اور اسپر کون سے فرائض عاید ہوتے ہین؟

لیکن یہ کام کسی قوم کے شارع کا نہین ہے، اسلئے اسکا یہ فرض نہین کہ وہ لوگون کیلئے نئے نئے حقوق پیدا کرے بلکہ اسکا صرف یہ کام ہے کہ وہ لوگون کے تعلقات پر غور کر کے ان حقوق کو چھین لے، اور جب اُن کا مطالبہ کیا جاے تو سکوت اختیار کرے اور اُنکے احکام کو مستحکم کردے، کیونکہ جب اسکو ہیئت اجتماعیہ کے عناصر کی نسبت واضح طور پر معلوم ہو جائیگی تو وہ ان تمام نسبتون کا پتہ لگاے گا جو لوگون کے قلوب اور جذبات و خیالات کے اندر موجود ہین اور اسوقت وہ اُنکو مستحکم کرسکیگا۔"

"اس صورت مین اسکی شریعت ہیئت اجتماعیہ کا وہ قانون نہوگی جسکی پیروی افراد پر طوعاً یا کرہاً لازم ہوتی ہے بلکہ وہ ایک قانون فطرت ہوگا جسپر تمام افراد کو عمل کرنا واجب ہو جائیگا[1]۔"

اس خیال مین ہمکو اس امید کی جھلک نظر آتی ہے جو موسیو موصوف کو تمدن کی موجودہ رفتار دیکھکر پیدا ہو گئی ہے، اور جسکا منشا یہ ہے کہ جب دنیا علوم و فنون مین زیادہ ترقی کرے گی

[1] سر تقدم الانکلیز صفحہ ۲۹۷،



تو ایک اجتماعی معاہدہ ہوگا جسکے رو سے ایک ایسی آزاد کمپنی قائم کیجائیگی جسمین "مخالف قوتون کو یکجا کر کے ایسے موثرات کی طرف جھکایا جائیگا جو افراد اور سوسائٹی دونون کے لئے مفید ہون، جس سے لوگ رشک و منافست، جنگ و جدل اور جبر و استبداد کے آثار پر اس جدید ہیئت اجتماعی کی تعمیر شروع کرین جسکا ستون امن و امان اور جسکا سنگ بنیاد رضا و تسلیم ہے[1]"

لیکن اس دعوی اور دلیل مین کیا مناسبت ہے؟ دعوی یہ ہے کہ

"حیات انسانی مین دو قوتین کام کر رہی ہین، ایک افراد کی قوت، اور دوسری جماعت کی قوت، لیکن افراد کی قوت ترقی تمدن کا سبب اصلی ہے۔"

اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ

"سوسائٹی کی قوت کو نشو و نما دینا چاہیئے"

کیونکہ

"وہ ہیئت جدیدہ جسکا ستون امن و امان اور جسکا سنگ بنیاد رضا و تسلیم ہے، اسکے بغیر نہین پیدا ہوسکتی۔"

بہرحال یہ نظریہ نہایت حکیمانہ ہونے کے باوجود ایک خواب پریشان ہے، جسکی کوئی تعبیر نہین دیجاسکتی، ایک سراب ہے جو موسیو پارگو اکو آب حیوان نظر آتا ہے، ایک حباب ہے جو ذراسی قوت تخیل مین سمندر بنگیا ہے، کیونکہ وہ شخص جو رات دن لیڈری کی فکر مین لگا رہتا ہے جسکے اعصاب دماغی متزلزل ہوگئے ہین، اور جو اپنی موجودہ حالت پر قانع نہین ہے، ہمیشہ اسی قسم کا خیال پیدا کرسکتا ہے، لیکن یہ خیال انتہائی خود غرضی پر مبنی ہے، اور اسلئے

[1] سر تقدم الانکلیز صفحہ ۲۹۸،

"مذہب تکافل مین حقیقت کی بہ نسبت وہم کا عنصر زیادہ شامل ہے۔"

(۵) دنیا کی اکثر قومون نے انسان کی سعادت حقیقی کا معیار طبیعت، صحت، دولت اور دین وملت کو قرار دیا ہے، اس بنا پر جب انکو ان چیزون کے دائرہ مین شادی و مسرت کا پتہ نہین لگتا تو ہجوم یاس سے گھبرا کر چیخ اٹھتی ہین، لیکن یہ درحقیقت سب سے بڑا کفران نعمت ہے، دنیا مین ہر طرف راحت ہی راحت ہے، اسلئے جو لوگ اسکو صرف کسریٰ وقیصر کے دامن سے وابستہ سمجھتے ہین، سخت غلطی مین مبتلا ہین، دنیا کی بڑی بڑی سلطنتین فوج وعسکر، تیغ وخنجر، خیل وسپاہ کے ذریعہ سے مسخر ہوتی ہین، لیکن مناظر قدرت کی تسخیر کے لئے صرف ایک نگاہ غلط انداز کافی ہوجاتی ہے،

انسان کی سعادت اگرچہ اس ظرف کی تابع ہوتی ہے جسمین وہ زندگی بسر کرتا ہے تاہم چونکہ اس نکتہ پر کسی کی نگاہ نہین پڑی، اسلئے اسکے متعلق متعدد مذاہب پیدا ہوگئے ہین،

۱- یاس: یہ بدھ مذہب مین پائی جاتی ہے جو ہندوستان اور چین مین رائج ہے۔

۲- مذہب عدم: یہ بھی ایک قسم کی یاس ہے جو روس کے مشہور فرقہ نہلسٹ مین پائی جاتی ہے یہ لوگ ہر چیز کے منکر، اور تہذیب وتمدن کے دشمن ہوتے ہین،

۳- اشتراکیت: یہ یورپ کی اکثر قومون مین پائی جاتی ہے، اسکا منشا یہ ہے کہ انسان گھر مین ہاتھ پاؤن توڑ کر بیٹھ جائے، اور اپنی قوم سے سعادت حاصل کرے، اس مذہب کو موسیو لافارگ نے اپنی کتاب (کاہلی مین انسان کا حق) مین تفصیل سے بیان کیا ہے،

۴- مذہب تطیر: یہ جرمن اور سلیٹی اقوام مین پایا جاتا ہے، جو سعادت کو محنت کے بجائے سہولت پسندی سے حاصل کرنا چاہتی ہین،

۱؎ سر تقدم الانکلیز صفحہ ۲۹۹،



لیکن درحقیقت یہ خیالات گذشتہ قومون کے ساتھ مخصوص نہین ہین، بلکہ انکی صدائے بازگشت اور ممالک سے بھی سنائی دیتی ہے، چنانچہ اگر تم

"رنج وغم کی صحیح تصویر دیکھنا چاہتے ہو تو مشرق کا رخ کرو، کیونکہ خیام اور دیواس کے اشعار سے بڑھکر کوئی چیز الم انگیز نہین، خیام کہتا ہے،

زندگی محدود اور دردانگیز ہے، کسی چیز کی حقیقت معلوم نہین، مسائل حیات لاینحل ہین اور ان پر غور کرنے کا وقت نہین ہے، کیونکہ میعاد پوری ہوچکی، اور کوچ کا وقت آچکا ہے"

دیواس کہتا ہے،

زندگی ہوا کے ایک جھکڑ کے مشابہ ہے، اور ہم اسکی آوازین، ہمکو وہ چیزین ملتی ہین، جن سے یاس وحسرت مین اضافہ ہوتا ہے، ہمکو صرف دہکانے والی آندھیون اور خونریز لڑائیون سے سابقہ پڑتا ہے،

اور جب یہ صحیح ہے، اور حیات انسانی مین مصیبت ہی مصیبت ہے، تو کوئی تعجب نہین اگر یہ لوگ عدم کی طرف مائل ہون، گو اس راہ مین انکو اپنے وجدان اور شعور کو بھی قربان کردینا پڑے[۱]"

کیونکہ جو قومین

"کھڑے ہونے سے بیٹھے، بیٹھنے سے سونے، اور سونے سے مرنے"

کو پسند کرتی ہین، انکے دماغ مین اسی قسم کے خیالات نشو ونما پا سکتے ہین، لیکن جو قومین (مثلاً انگریز)

"محنت اور کام کو سعادت حقیقی کا سرچشمہ"

۱؎ سر تقدم الانکلیز صفحہ ۳۳۱،

خیال کرتی ہین، وہ ایک لمحہ کے لئے بھی یاس، عدم، تطیر، اور انتراکیت کو قبول نہین کرسکتے
انکے دماغ پر ہر وقت آفتاب اُمید کی کرنین پڑتی رہتی ہین، جس سے اُنکو مستقبل نہایت
روشن نظر آتا ہے،

(۶) اس زمانہ مین ایک ایسا گروہ پیدا ہوگیا ہے جو موجودہ دور تنزل مین صرف علم اخلاق
کی اعانت کا خواستگار ہے، وہ کہتا ہے کہ یہ مقصد صرف اس طریقہ سے حاصل ہوسکتا ہے
کہ انسان کو ناکامیون مین ضبط و برداشت کی تعلیم دیجائے، اور اُسکے دل مین غیرون کی محبت
پیدا کیجائے، اُسکے نزدیک انسان کی موجودہ حالت اجتماعی اور سیاسی موثرات کا نتیجہ نہین
بلکہ اسکا اصلی مبدأ مذہب اور اخلاق ہے، اس بنا پر اس حالت مین تغیر کا انقلاب کا کامیاب
ذریعہ صرف یہ ہے کہ ہر شخص اپنے آپکو بدل کر نئے سرے سے پیدا ہو، یہ ان کا قول ہے، اور
یوحنا کی انجیل بھی یہی کہتی ہے، کہ "آدمی اس اصلاحی دروازہ مین اُسی وقت داخل ہوسکتا ہے
جب وہ اپنی ذات کی محبت چھوڑ دے، اور تعلیمات ماثورہ کے آگے سربسجود ہوجائے"

بہرحال یہ لوگ اصلاح انسانی کے لئے گذشتہ صلحاء و اتقیاء کے زمانہ کو دوبارہ واپس
بلانا چاہتے ہین، اور ہر اس شخص کو دعوت دیتے ہین جسکو موجودہ اخلاقی اور مادی زندگی سے
تکلیف محسوس ہوتی ہے، تاکہ وہ ان لوگون کے ذریعہ سے ایک ایسی جماعت قائم کرسکین جسکی
بنیاد ایثار، قربانی، نفس کشی، اور ترک محبت ذات، اور محبت غیر پر مبنی ہو، لیکن کیا ذاتی قربانی
اور محبت غیر ہی وہ چیز ہے جسکو وہ "اخلاقی موثر" کے لفظ سے تعبیر کرتے ہین؟ اور وہی انسان کی
منزلت کو بلند کرسکتا ہے؟ اور اُسی کے ذریعہ سے مطلوبہ نظام اجتماعی قائم کیا جاسکتا ہے؟

مرکز بحث صرف یہی نقطہ ہے، اور مین علانیہ اُنکی مخالفت کرتا ہون اور کہتا ہون کہ "اخلاقی موثر"
کے نتائج کتنے ہی شاندار ہون لیکن وہ اجتماعی ضروریات کو نہین پورا کرسکتے،



اس مسئلہ پر بحث کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ جو کچھ یہ لوگ مستقبل مین چاہتے ہین اُسکا
قیاس ماضی پر کیا جائے، گذشتہ زمانہ مین بہت سے صلحاء ایسے پیدا ہوئے ہین جنکی نسبت
لوگون نے بالکل صحیح طور پر یہ اعتقاد قائم کیا تھا کہ وہ تہذیب و اخلاق مین حد اعجاز تک پہنچ
گئے ہین، اور اُنھون نے ذاتی قربانی اور محبت غیر کی بہترین مثالین قائم کی تھین، میرے
خیال مین بھی مبارک زمانہ دوبارہ واپس آجائے، اور اسی قسم کے برگزیدہ لوگ پیدا ہونے
لگین تو ہمارے مخالفین کے نزدیک نوع انسان کی اصلاح بالکل یقینی ہوجائے، لیکن ہمکو
یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ اس زمانہ مین اس سے کیا نتیجہ پیدا ہوا؟ اسمین شبہ نہین کہ اس زمانہ
سے زیادہ کسی زمانہ مین اولیاء نہین پیدا ہوئے، اور اس زمانہ سے زیادہ کسی زمانہ مین
انسان نے اخلاقی ترقی نہین کی، لیکن بااین ہمہ انسان اس زمانہ سے زیادہ گہرے
قعر مذلت مین کبھی نہ گرا ہوگا، یہی زمانہ ہے جسمین قیاصرہ کی سلطنت یعنی وہ سلطنت جسکو
دنیا کی بدترین سلطنت کہا جاسکتا ہے، جو ظلم و جور کی ایجاد و اختراع مین تمام سلطنتون سے
سبقت لیگئی تھی جس نے انسان کو ایسی ذلت، اہانت اور بدبختی مین مبتلا کردیا تھا جسکی
نظیر بہت کم مل سکتی ہے، قائم تھی،

اسی طرح آئرلینڈ، اٹلی، ہندوستان، اور مشرق اقصیٰ مین اخلاقی موثر کے ضعف کی بہت
سی مثالین ملتی ہین، اب بھی بہت سے پادری، رہبان، قسیس، جنمین کیتھولک، پروٹسٹنٹ،
یہودی بلکہ بہت سے اکابر فلاسفہ بھی شامل ہین، اخلاقی موثر کے کامیاب کرنیکی کوشش
کرتے ہین، لیکن بااین ہمہ افسوسناک طور پر اُنکو اپنی ناکامیابی کا اعتراف کرنا پڑا ہے اور
صاف کہنے پر مجبور ہوئے ہین کہ "لوگ انجیل کی تعلیمات اور حکماء کے اقوال پر عمل نہین کرتے
لیکن بااین ہمہ وہ مایوس نہین ہین، اور از سر نو کوشش کرنا چاہتے ہین، اور ایسی کامیابی کے

متوقع ہین، جبین گرجون اور عبادت گاہون کا اثر و اقتدار بالکل بیکار ثابت ہوا ہے، شاید
ان لوگون کو ابتک یہ معلوم نہین کہ با این ہمہ اخلاص و عمل، با این ہمہ ایثار و قربانی، اور با این
زہد و تقشف، ان کوششون کی ناکامی خود اس بات کی دلیل ہے کہ اگر قیامت تک
اس سلسلہ کو قائم رکھا جائے تو ذرہ برابر بھی کامیابی نہین ہو سکتی، ہر وہ شخص جسکو اس
تجربہ مین ناکامی ہوئی ہے، اس بدیہی نتیجہ کا انکار نہین کر سکتا، لیکن ابتک لوگ یہ نہین
جانتے کہ صرف اخلاقی موثر قومون کی سعادت کا کفیل نہین ہو سکتا، بلکہ انکی تمدنی عظمت
کے لئے ایک اور چیز کی ضرورت ہے، اور اسی کے نظرانداز کر دینے سے یہ تمام ناکامیان
ہوئی ہین،

"اخلاقی موثر" کی تشبیہ ایک بیج سے دیجا سکتی ہے جو صرف عمدہ زمین مین نشو و نما حاصل
کر سکتا ہے، بنجر زمین مین نہین اُگ سکتا، اسلئے زمین کی قابلیت و عدم قابلیت کو بیج کی
نشو و نما مین بہت بڑا دخل ہے، یہ کوئی نئی مثال نہین ہے، بلکہ اسکو واعظون نے علمائے
اخلاق نے اور متکلمین نے انجیل مقدس کے بعد اس کثرت سے بار بار دہرایا ہے کہ وہ
ایک بدیہی چیز ہو گئی ہے، لیکن بدقسمتی سے اُنھون نے اس بدیہی مثال مین یہ غلطی بھی شامل
کر دی ہے کہ بیج کی عمدگی زمین کو بھی عمدہ بنا لیتی ہے، اور یہ دعوی کر دیا ہے کہ کوئی زمین ناقص
نہین ہوتی، خرابی صرف بیج مین ہوتی ہے، اس غیر مدلل نظریہ کو قائم کر کے اُنھون نے اخلاق کے
بیج سے اپنے ہاتھ بھر لئے، اور اُسکو ہر طرف پھینکنا شروع کیا، بیج بالکل رائگان گئے، تو انکو
اسپر سخت تعجب ہوا، لیکن اس تعجب کو اُنھون نے یہ کہکر دور کر دیا کہ یہ بہت بڑا کام ہے، اسکے
نتائج کی اسقدر جلد توقع نہین کرنا چاہیئے، لیکن اس سے ہمارے فرائض مین کوئی تغیر نہین
ہو سکتا، کیونکہ کامیابی ہمارے بس مین نہین،



لیکن یہ کتنی عجیب بات ہے کہ دعوی یہ کیا جاتا ہے کہ اس طریقہ سے قوم کو اخلاقی اور
اجتماعی حیثیت سے ترقی دینا مقصود ہے، لیکن جب اسمین ناکامی ہوتی ہے تو یہ عذر پیش کیا
جاتا ہے کہ کامیابی ہمارے بس کا کام نہین، جسکے معنی یہ ہوے کہ اخلاق کو صرف اخلاق کیلئے
محبوب بنایا جا رہا ہے، اس سے اجتماعی ترقی مقصود نہین، گذشتہ لوگون کو بھی اسی غلط
خیال کی بنا پر ناکامی ہوئی، کہ اُنھون نے زمین کے اثر کو نظرانداز کر دیا، اور اسکی طرف توجہ
نہین کی، حالانکہ اجتماعی زمین کی قابلیت و عدم قابلیت ہی کو "موثر اخلاقی" کی کامیابی و
ناکامیابی مین حقیقی دخل ہے، اس بنا پر اگر ہم کسی صحیح نتیجہ تک پہنچنا چاہتے ہین تو سب سے پہلے
خود ہیئت اجتماعیہ مین تغیر و انقلاب پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے[۱]۔ اخلاقی موثر کی
کامیابی کی راہ مین اصلی رکاوٹ یہی ہے کہ ہماری سوسائٹی اور ہمارے اخلاقی موثر کے
اثرات مین سخت تضاد پایا جاتا ہے، اخلاقی موثر کہتا ہے کہ انسان کو تمام تکلیفات کے
برداشت کرنے کے لئے تیار رہنا چاہیئے، اور ہمارا اجتماعی گرد و پیش علانیہ اُسکی مخالفت مین
آواز بلند کرتا ہے، اسلئے سب سے پہلے اسی ماحول کو بدلنا چاہیئے۔

---

[۱] جیسا کہ سکسن اقوام نے کیا ہے،

# تلخیص و تبصرہ

## رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن

لندن کی ایشیاٹک سوسائٹی، مشرقی علوم و فنون کی جو گرانقدر خدمات انجام دے رہی ہے اُن سے ہمارے ملک کا تعلیم یافتہ طبقہ بخوبی واقف ہے، لیکن خود اس سوسائٹی کے نظام عمل تاریخ و آئین تشکیل سے کم لوگون کو واقفیت ہو گی، ذیل مین اُسکے متعلق ضروری معلومات مختصراً درج کئے جاتے ہین۔

---

سوسائٹی کا پورا نام "رایل ایشیاٹک سوسائٹی آف گریٹ برٹن اینڈ آیرلینڈ" ہے انیسوین صدی کے آغاز مین انگلستان مین ایک نامور مستشرق ہنری ٹامس کولبروک گذرے ہین ان کی عمر کا ایک معتد بہ حصہ ہندوستان مین گذرا، اور یہان کے (خصوصاً ہندوؤن کے) علوم و فنون سے اُنہین غیر معمولی دلچسپی پیدا ہو گئی، کلکتہ مین ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال اسوقت تک قائم ہو چکی تھی اور مفید خدمات انجام دے رہی تھی، ۱۸۲۲ء مین جب صاحب موصوف انگلستان واپس پہنچے تو اسی نمونہ پر اُنھون نے وہان بھی ایک انجمن قائم کرنا چاہی چنانچہ اُنہین کی کوششون کا یہ نتیجہ ہوا کہ ۱۶ جنوری ۱۸۲۳ء کو لندن مین اس انجمن کی بنیاد پڑگئی، جسکا مقصد اصلی تحقیقات مشرقیہ قرار پایا، ۱۵- مارچ ۲۳ء کو انجمن کا پہلا اجلاس سینٹ جیمس اسٹریٹ کے ایک خس پوش مکان مین ہوا، اور مسٹر کولبروک ہی اس جلسہ کے صدر منتخب ہوئے، انھون نے اپنے خطبۂ صدارت مین سوسائٹی کے اغراض و مقاصد پر تفصیل سے گفتگو کی، لوگون کا اصرار تھا کہ سوسائٹی کے پہلے صدر موصوف ہی مقرر ہون، مگر



انھون نے فرط انکسار سے کسی طرح اس عہدہ کو قبول نہ کیا، بلکہ اپنے بجائے رائٹ آنرایبل چارلس ولیم ون کو یہ منصب دلوایا اور خود اسکا ڈائرکٹر بننا پسند کیا۔

لندن مین آج جتنے مشہور کلب موجود ہین، اُن مین اکثر ایسے ہین جو اول اول ۱۸۱۵ء و ۱۸۲۵ء کے درمیان قائم ہوئے تھے، چنانچہ اورینٹل کلب بھی اسی زمانہ کی یادگار رہے، ایشیاٹک سوسائٹی کی بنیاد بھی بجائے ایک خالص علمی انجمن کے زیادہ تر کلب ہی کی حیثیت سے پڑی، جہان روزانہ تمام وہ انگریز و اینگلو انڈین حضرات جو ہندوستان کے السنہ و آثار قدیمہ سے کچھ بھی ذوق رکھتے تھے، جمع ہوا کرتے تھے، اور اسکے ارکان وہی اشخاص ہوتے تھے جو خاص شہر لندن کے باشندے ہوتے تھے، یہ کیفیت تقریباً پوری نصف صدی تک قائم رہی، صرف پچھلے تیس چالیس سال سے بیرونجات کے ارکان بہت زاید ہونے لگے ہین۔

سوسائٹی کے قیام کے وقت انگلستان کے فرمانروا جارج چہارم تھے، اُنکی مہر اور دستخط سے ۱۱- اگست ۱۸۲۴ء کو سوسائٹی مذکور کو شاہی چارٹر عطا ہوا، جسمین سوسائٹی کا مقصد، "ایشیا کے علوم و فنون اور لٹریچر کی تحقیقات اور اُنکی ترقی" بتایا گیا۔

مسٹر کولبروک کی عمر کل سولہ سال کی تھی، جب وہ ۱۷۸۲ء مین ہندوستان وارد ہوئے تھے، کلکتہ مین گیارہ برس کے قیام کے بعد اُنہین سنسکرت کی جانب خاص توجہ ہوئی جو کچھ روز مین شیفتگی کے درجہ تک پہنچگئی، اس زمانہ کے انگریزون مین سر ولیم جونس ہندو علوم و فنون کے خاص ماہر سمجھے جاتے تھے، اور وہ ہندو قانون سے متعلق ایک بسوط کتاب لکھنے مین مصروف تھے، مگر چند ہی روز بعد اُن کا انتقال ہو گیا، اور اُنکے مشاغل کو جاری رکھنے کی ذمہ داری کولبروک کے سر پر آپڑی، کولبروک نے نہ صرف اُنہین کو جاری رکھا بلکہ اپنے ذاتی ذوق کی بنا پر سنسکرت زبان، ہندو مذہب، ہندو رسوم، ہندو قوانین وغیرہ پر بکثرت

مبسوط و محققانہ مضامین لکھے، جو زیادہ تر بنگال ایشیاٹک سوسائٹی کے رسالہ ایشیاٹک ریسرچز مین شایع ہوتے تھے، لندن کی رایل ایشیاٹک سوسائٹی کا رسالہ ٹرینزیکشنس (روئداد) کے نام سے ۱۸۲۳ء ہی سے بڑی تقطیع پر نکلنا شروع ہو گیا تھا، اور ۱۸۳۴ء تک اسی نام سے نکلتا رہا، جسمین کولبروک کے متعدد مضامین ہند و فلسفہ پر نکلتے رہے، ۱۸۳۴ء مین اس رسالہ کا نام تبدیل کرکے جرنل رکھدیا گیا، اُسکی تقطیع بجائے کلان کے متوسط کردیگئی، اور اسوقت سے یہ رسالہ برابر سہ ماہی نکل رہا ہے، کولبروک کی وفات ۱۰- مارچ ۱۸۳۷ء کو ہوئی۔

سوسائٹی کا دفتر و کتبخانہ وغیرہ اس زمانہ مین نمبر ۱۴ گرافٹن اسٹریٹ مین تھا، ۱۸۴۶ء مین نمبر ۵ نیو برلنگٹن اسٹریٹ مین منتقل ہوا، اور ۲۱- مئی ۱۸۶۹ء کو نمبر ۲۲ البیمارلے اسٹریٹ مین جہان پچاس سال سے زاید تک رہنے کے بعد ۱۹۲۰ء مین وہ نمبر ۷۴ گرو سوینر اسٹریٹ مین منتقل ہو آیا ہے۔

کولبروک کے بعد سوسائٹی کے ایک خاص محسن کرنل جیمس ٹاڈ تھے، وہ گیارہ سال کی عمر مین ۱۷۹۹ء مین ہندوستان آگئے تھے، اور ۱۸۰۵ء سے ۱۸۲۳ء تک راجپوتانہ مین مختلف عہدون پر رہے، اور بالآخر گورنر جنرل کے ایجنٹ ہو گئے تھے، رؤسا، راجپوتانہ سے اُنکے تعلقات اسقدر بڑھ گئے تھے کہ انگریزی حکومت انہین بدگمانی کی نظرون سے دیکھنے لگی، ۱۸۲۳ء مین وہ انگلستان واپس کئے گئے، اور ۱۸۲۵ء مین انہین استعفا داخل کرنا پڑا، انکی "تاریخ راجستان" دو ضخیم جلدون مین ایک مشہور کتاب ہے، ۱۸۳۵ء مین وفات پائی، سوسائٹی کے وہ لائبریرین اور خاص کارکن تھے، اُنھون نے انجمن کے لئے ہر طرح کی مشقت گوارا کی اور اپنی وفات پر اپنا کتبخانہ انجمن ہی کو عطا کر گئے۔

سوسائٹی کی تاریخ مین پروفیسر ولسن کا نام بھی ہمیشہ یادگار رہیگا، وہ ۱۸۳۷ء سے ۱۸۵۵ء تک سوسائٹی کے ڈائرکٹر، اور ۱۸۵۵ء سے ۱۸۶۰ء تک اسکے پریسیڈنٹ رہے اور اسی سنہ مین



وفات پائی، وہ ہندوستان ۱۸۰۸ء مین وارد ہوئے تھے، اور سنسکرت زبان سے خاص شغف رکھتے تھے، ۱۸۱۹ء مین اُنکی ضخیم سنسکرت ڈکشنری شایع ہوئی، جو اسوقت تک مستند تسلیم کیجاتی ہے، ۱۸۳۳ء مین آکسفرڈ یونیورسٹی نے انہین سنسکرت زبان کی پروفیسری پر ازخود مامور کیا، لیکن اُنکی توجہ کا اصلی مرکز بجائے یونیورسٹی کے یہ سوسائٹی ہی رہی، وہ جب تک زندہ رہے، مشکل ہی سے اس انجمن کے جرنل کا کوئی نمبر ایسا نکلا ہوگا جسمین اُن کا کوئی دلچسپ و پُرمعلومات مضمون نہو،

میجر جنرل سر ہنری رالنسن کا نام بھی ناقابل فراموش ہے، ۱۸۶۲ء سے ۱۸۹۵ء تک وہ ڈائرکٹر رہے، اور اسی درمیان مین پانچ چھہ برس کے لئے پریسیڈنٹ بھی رہے، وہ سکہ جات و کتبات کے ایک نامور محقق تھے، اُن کا قیام سالہا سال ایران مین رہا تھا، ایران و نواحِ ایران کے سکون و کتبون کی جیسی گہری تحقیقات اُنھون نے کی اُسکی مثال پھر آج تک نہ پیدا ہوسکی، ۱۸۹۵ء مین اُن کا انتقال ہوا، اور اُنکے انتقال کے بعد ہی ڈائرکٹر کا عہدہ اُڑا دیا گیا، اور انجمن کی روئداد مین لکھدیا گیا، کہ

"تاوقتیکہ کولبروک، ولسن، اور رالنسن کے پایہ کا کوئی شخص میسّر نہ آجائے، اس منصب کو خالی ہی رکھا جائے۔"

سوسائٹی کے محسنون اور کارکنون مین چند اور نام بھی خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہین مثلاً کرنل سر ہنری یول، جو ۱۸۸۵ء سے ۱۸۸۹ء تک پریسیڈنٹ تھے، اور جنھون نے سر مارکوپولو کا سفرنامہ وغیرہ ایڈٹ کرکے اپنی غیر معمولی وسعتِ نظر، ہمہ گیری، و مذاق سلیم کا نقش دلون پر بٹھا دیا۔

یا پھر سر ہنری کننگھم، جنکی بابت کہا جاتا ہے کہ بحیثیت محقق اثریات ہند کے اُن کا نظیر

ابتک نہ پیدا ہو سکا،

یا لارڈ نارتھ برو ک جنھون نے وایسرایلٹی کے منصب سے علٰحدہ ہونے کے بعد سوسائٹی کے کام مین عمیق دلچسپی لینا شروع کی، اور جنکی کوششون سے سوسائٹی کو اپنے ضروری مصارف مین حکومت سے امداد حاصل ہو سکی،

یا پروفیسر کاول، جنکی جد و جہد سے انگلستان کو مشرقیات کی جانب توجہ ہوئی۔

اور آخر مین مسٹر فلیٹ (ماہر سنسکرت) پروفیسر سایس (نامور مستشرق) سر جارج گریرسن (مشہور ماہر لسانیات) پروفیسر ایس ڈیوڈس (محقق مذہب بودھ) اور ڈاکٹر کاڈرنگٹن (لائبریرین) یہ سب اصحاب سوسائٹی کے خاص خدمتگزار ہوئے ہین۔

سوسائٹی کی صد سالہ سالگرہ ۱۹۲۳ء مین منائی جائیگی، اِسکے لئے ابھی سے تیاریان ہو رہی ہین، اُسوقت اُمید ہے کہ سوسائٹی کی کارگزاریون کی مفصل تاریخ شایع ہو سکیگی، نیز مشرقی مباحث پر چند دیگر مفید مطبوعات،

سوسائٹی کی جانب سے اسوقت تک تقریباً پچاس مطبوعات شایع ہو چکی ہین جنمین نصف سے زاید کتب مشرقی کے تراجم ہین، تاریخ، ادب، مذہب، وغیرہ جملہ مباحث متعلقہ مشرق، انجمن کے حدود مین داخل ہین، سلسلۂ تراجم مین مسلمانون کے مذاق کی چیزین مقامات حریری، تزک جہانگیری، روضۃ الصفا، لوایح جامی، ہشت بہشت، و ترجمان الاشواق (محی الدین ابن عربی) کے تراجم ہین، اِنکے علاوہ تاریخ نسل بلوچ، چہار مقالہ (نظامی عروضی سمرقندی) ذخیرۂ سکہ جات اسلامیہ، و نزہتہ القلوب (حمد اللہ مستوفی) بھی قابل ذکر ہین،

اکثر قدیم کتابون کے متن بتراجم دونون ساتھ ہی شایع کئے ہین۔

سوسائٹی کے ماہانہ جلسہ ہر ماہ کے وسط مین ہوا کرتے ہین، جنمین کسی مشرقی مبحث پر ایک



مقالہ لکھکر پڑھا جاتا ہے، اُسپر بحث و مباحثہ ہوتا ہے، اور مذاکرۂ علمی رہا کرتا ہے، ان ماہانہ جلسون کے علاوہ حسب ضرورت جلسے ہوتے رہتے ہین، حال مین جو جلسے ہوئے اُن مین سے بعض کے عنوانات حسب ذیل تھے:-

| (مقالہ) | (مقالہ نویس و شرکاے بحث) |
| --- | --- |
| ۱- چین اور مغربی تعلیم۔ | سفیر چین متعینۂ لنڈن |
| ۲- وسط عرب کے وہابیہ، اُنکے عقاید و تاریخ، | مسٹر فلبی، پروفیسر مارگولیس، پروفیسر براؤن، مسٹر نیرز |
| ۳- سیاحت عرب بذریعہ حجاز ریلوے، | مس بینوٹن۔ |
| ۴- شہنشاہ شاہجہان | مسٹر بانچیٹی، |

سوسائٹی کا سہ ماہی جرنل جنوری، اپریل، جولائی و اکتوبر مین کم از کم ڈیڑھ سو صفحہ کی ضخامت کے ساتھ شایع ہوتا رہتا ہے، اور کبھی کبھی اُسکا حجم دو سو صفحہ سے بھی زاید ہو جاتا ہی، اِسمین ہر سہ ماہی کے خلاصۂ کارروائی کے علاوہ بلند پایہ مضامین کا ایک قیمتی ذخیرہ ہوتا ہے، مشرقی کتابون پر مفصل ریویو ہوتے ہین، ایک باب مراسلہ و مناظرہ کے لئے مخصوص ہوتا ہی، اور مستشرقانہ مذاق کی خبرین اور نوٹ درج ہوتے ہین، چند تازہ پرچون کے بعض عنوانات یہان نقل کئے جاتے ہین:-

| مضمون | مضمون نگار |
| --- | --- |
| ۱- ہیوان ٹسنگ اور مشرق بعیدہ | مسیو فینا |
| ۲- مشرقی زبانون کا لہجہ | سر جارج گریرسن |
| ۳- اسلامی علم کلام کی ایک قدیم کتاب | مسٹر مینگانا |
| ۴- قانون حمورابی | مسٹر لینگڈن، |

| | |
|---|---|
| ۵- شاہ بندر اور بحرِ مشرقی | مسٹر مورلینڈ |
| ۶- مشہد مین امام رضا کے مزار پر کتبخانہ، | آئی وو ناف |
| ۷- فرمانروایانِ گیلان، | مسٹر رابینو |
| ۸- سامی ابجد کی تاریخ | ریورنڈ سالیس، |
| ۹- شامی عربی کی لسانی قرابتین، | مسٹر ڈرایور |
| ۱۰- رامانند کا مرتبہ تاریخ مین، | ریورنڈ فارکر |
| ۱۱- پنجاب پر اردشیر بابکان کا حملہ | مسٹر اسمتھ |
| ۱۲- بابلی رسم و رواج اور قربانگاہین، | مسٹر پنچز |

غرض مصر و شام، بابل و فلسطین، عراق و عرب، ایران و ہندوستان، چین و جاپان، ہر مشرقی ملک کی لسانی، تاریخی، تمدنی، مذہبی، ادبی، اثری، ہر قسم کی زندگی کی مرقع کشی اسکے صفحات مین ہوتی رہتی ہے، اور کوشش یہ کیجاتی ہے کہ مشرقی زندگی کا کوئی جزئیہ مغرب کی نظر سے مخفی نہ رہنے پائے،

آخری اعداد کے بموجب سوسائٹی کے عام ارکان کی تعداد آٹھ سو سے متجاوز ہے جنکا بیشتر حصہ اہل ہند ہی پر مشتمل ہے، اسکے بعد تعداد غالب انگریزون کی ہے، کچھ باشندگان ایران، و مصر، چین و جاپان بھی ممبر ہین، رکنیت کا چندہ ڈیڑھ پونڈ سالانہ ہے،

عام ارکان کے علاوہ ایک مختصر تعداد آنریری ممبرون کی بھی رہتی ہے جو انگلستان سے باہر صرف وہی لوگ ہو سکتے ہین، جنکا تبحر دنیا کے نزدیک مسلّم ہو، اور جو اپنی ساری عمر مشرقی علوم و فنون کی خدمت مین صرف کر چکے ہین، اسوقت انکی تعداد کل ۲۲ ہے، اس محدود حلقہ مین یورپ کے صرف منتخب فضلا، و اہل کمال ہی شامل ہین، مثلاً پروفیسر سخاؤ (برلن یونیورسٹی)



پروفیسر ہرگرونجی (لیڈن) پروفیسر لیوی (پیرس یونیورسٹی) پروفیسر گولڈزر (بوڈاپسٹ یونیورسٹی) وغیرہ - اہل ہند اس خبر کو یقیناً فخر و مسرت سے سنین گے کہ اس منتخب جماعت فضلا مین ان کا بھی ایک ہموطن شامل ہے، یعنی پونہ کے نامور فاضل، سر رام کرشن بھنڈارکر۔

انجمن کے سرپرست ملک معظم ہین، اور نائب سرپرست وزیر ہند، اور دو شخص بطور آنریری وایس پریسیڈنٹ کے ہین، ایک ڈاکٹر کاڈرنگٹن، ایم، ڈی، دوسرے ریورنڈ سالیس، ال، ال، ڈی، ڈی، لٹ وغیرہ، سال رواں کے عہدہ دارون مین سے بعض کے نام حسب ذیل ہین :-

| | |
|---|---|
| پریسیڈنٹ | لارڈ رے، ال، ال، ڈی، جی، سی، ایس، آئی، |
| ڈائرکٹر | سر رچرڈ ٹمپل، سی، آئی، ای، (مشہور ماہر اثریات) |
| وایس پریسیڈنٹ | سر جارج گریرسن، (محقق لسانیات ہند) |
| ״ ״ | سر چارلس لایل (ماہر ادبیات ہند) |
| آنریری سکریٹری | ڈاکٹر ٹامس، پی، ایچ، ڈی، (جو اسوقت کتبخانون کی سیر کے لئے ہندوستان آئے ہوئے ہین، |
| ارکان کونسل، | پروفیسر مارگولیس، پروفیسر لینگڈن وغیرہ، |
| سکریٹری | مس سایکس، |

سوسائٹی مذکور کی شاخین بھی دنیا کے مختلف حصون مین ہین، جنکے ارکان خود رایل ایشیاٹک سوسائٹی کے کتبخانہ سے مستفید ہو سکتے ہین، ان شاخون کے نام حسب ذیل ہین :-

| | |
|---|---|
| (۱) ایشیاٹک سوسائٹی آف جاپان، | جاپان |
| (۲) شاخ رایل ایشیاٹک سوسائٹی | (سیلون) |

(۳) یونیورسٹی اورینٹیل سوسائٹی، مانٹریل، (امریکہ)

(۴) چینی شاخ رایل ایشیاٹک سوسائٹی (شنگھائی)

(۵) پیکن اورینٹیل سوسائٹی (چین)

(۹) شاخ رایل ایشیاٹک سوسائٹی (اسٹریٹ سٹلمنٹ)

(۱۰) " (کوریا)

(۱۱) " (بمبئی)

(۱۲) مدراس لٹریری سوسائٹی (مدراس)

ستمبر ۱۹ء مین اس انجمن کے دعوت نامہ پر پیرس، رومہ، وامریکہ کی شرقی مجالس نے اپنے نمایندے لندن بھیجے، اور ۳۰ - ستمبر سے ۶ - ستمبر تک ان چارون مشہور علمی مجالس کے مشترک جلسے ہوتے رہے، اور متعدد بیش بہا مضامین پڑہے گئے، سرچارلس لائل کا مضمون "بعض عربی شعراء کے نادر دواوین" پر خاص طور پر پسند کیا گیا، ان نادر دواوین کے جنمین سے دو اسوقت تک شایع ہو چکے ہین، سر چارلس نے نام یہ بتائے :-

دیوان ذوالرُمّہ،

دیوان عمر بن قمیہ

دیوان میمون اعشیٰ،

دیوان عدی بن زید۔

(ماخوذ)



# آشتی اور بُرہان پور
## کے
# آثارِ قدیمہ

ناگپور کا عجائب خانہ مختلف حیثیتون سے قابل تذکرہ ہے، خصوصاً سکون کا ذخیرہ اسکے پاس ایک ممتاز حیثیت کا ہے، ہمارے ایک مسلمان دوست جناب محمد عبد الصبور صاحب اس عجائب خانہ مین ماہر سکہ جات ہین، موصوف کو اس علم سے بڑی دلچسپی ہے اور وہ اپنے کام کو فرض منصبی کے علاوہ خاص علمی ذوق کے اثر سے انجام دیتے ہین، آشتی، برہانپور کی اسلامی یادگارین گو بہت کچھ برباد ہو گئی ہین، تاہم جو کچھ ٹوٹی پھوٹی دیوارین ہین وہ ابتک کاروان رفتہ کے نشان پا کو بتاتی ہین، جناب محمد عبد الصبور نے ان کھنڈرون کے کتبات نہایت محنت سے پڑہے ہین اور انکو انگریزی مین ایک رسالہ مین جمع کیا ہے، ہم ذیل مین انکے رسالہ کی تلخیص شایع کرتے ہین "

ممالک متوسط کے ضلع واردہ مین بمقام آشتی دو مقبرے ہین، ان مین سے ایک محمد خان نیازی کا ہے، اور دوسرا انکے بڑے صاحبزادے احمد خان نیازی کا - اول الذکر سنگ سفید کا ہے اور موخر الذکر سنگ سیاہ کا، ان مقبرون مین علم تعمیر کی نقطۂ نظر سے کوئی خاص بات نہین -

(۱) محمد خان نیازی کے مقبرہ کا رخ جنوبی سمت ہے، اسکے دروازہ کی پیشانی پر کلمہ وغیرہ منقوش ہے اور باقی تین جانب تین وفات نامے مرسوم ہین، یہ پیشانی والا کتبہ زمین سے ۸ فٹ بلندی پر اور مقبرہ ۱۸ × ۱۸ ہے -

کتبون کی صورت یہ ہے:-

اللہ کافی

لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ، یا اللہ، اشہد ان لاالہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ واشہد ان محمد عبدہ ورسولہ،

یا اللہ۔ یارحمن۔ یارحیم

مغرب کی جانب یہ کتبہ ہے،

تاریخ وفات نواب مسند عالی محمد خان نیازی

خان محمد کہ بود صاحب دین — چون سفر کرد غرہ شعبان

سال تاریخ از خرد جستم — گفت مرد اولیا محمد خان

"مرد اولیا محمد خان" سے ۱۰۳۵ھ نکلتا ہے،

جانب شمال یہ کتبہ ہے،

مظہر لطف و معدن احسان — در شریعت قوی محمد خان

شد روان زین سرای بے بنیاد — یوم ثلثا بغرہٴ شعبان

در شریعت کہ بود راسخ دم — گفت تاریخ او شریعت دان

"شریعت دان" سے بھی ۱۰۳۵ھ ہوتا ہے۔

سمت شرق مین یہ کتبہ ہے،

کان حلم و سخا محمد خان — عزم کردہ بغرہٴ شعبان



....... باغ بہشت — ہمہ عالم پے اش ہمی گریان

سال تاریخ او خرد گفتہ — گوے خوبی ببرد ازین میدان

"گوے خوبی ببرد ازین میدان" سے ۱۰۳۵ھ ہوتا ہے،

(۲) احمد خان نیازی کا مقبرہ مشرق کی طرف ہے جو محمد خان نیازی کے مقبرہ کے برابر ہے، اسکے دروازہ کے اوپر بھی کلمہ وغیرہ منقوش ہین، اور زمین سے ۲۲ فٹ بلندی پر یہ تین اشعار کندہ ہین جن سے اُنکے سال وفات کی تاریخ نکلتی ہے،

چون سفر کرد خان احمد ما — از سر شوق سوے رب رحیم

.... ثالث از رجب — رفت نیکی ببرد بدار نعیم

سال تاریخ او چنین آمد — "خان احمد بحق شد تسلیم"

"خان احمد بحق شد تسلیم" سے ۱۰۶۱ھ نکلتا ہے،

ان دو اکابر افغان کے مقبرون کے تذکرہ کے ساتھ اگر ان کا اور انکے خاندان کا مختصر تذکرہ کیا جاے تو شاید خالی از دلچسپی نہوگا۔

خاندان نیازی دراصل خاندان سور کا رقیب خاندان تھا، چنانچہ جسوقت شیرشاہ نے زور پکڑا اور اس قبیلہ نے اپنے مین مقابلہ کی تاب نہ دیکھی تو اُسکی نوکریان قبول کرلین چنانچہ ہیبت خان نیازی کو شیرشاہ نے اعظم ہمایون کا خطاب دیا تھا، لیکن شیرشاہ کی وفات کے بعد سلیم کے عہد مین اُس نے لاہور مین بغاوت کردی، اور اپنے نام کا خطبہ پڑھوا دیا، اور دوسرے نیازی سردار عیسیٰ خان اور خواص خان جو دربار مین موجود تھے اُسکی پاسداری کرتے رہے، محمد خان نیازی انہی کے خاندان کا سپوت بیٹا تھا، اُس نے اکبر کے زمانہ مین بہت کچھ عزت و ناموری حاصل کی، حتی کہ اُسکو مسند عالی کے لقب کے استعمال کی اجازت

ملگئی، اس نے عہد جہانگیری مین شہباز خان کمبو کے ساتھ برہمپترا کی لڑائی مین بہت کچھ جوہر مردانگی دکہاے، یہ سندھ مین خانخانان کی مدد کے لئے بھی بھیجا گیا، اور حملۂ دکن مین شہزادہ خرم (شاہجہان) کے ساتھ بھی تہا، اُس نے ۱۰۳۵ھ مین ۸۵ برس کی عمر مین انتقال کیا،

محمد خان وقت کا سخت پابند آدمی تہا، اور مذہبی شعائر کی ادائیگی کی وجہ سے لوگ اسے ولی سمجھتے ہین، اُنکے پانچ لڑکے تھے، (۱) احمد خان (۲) اسمٰعیل خان (۳) مظفر خان (۴) رسول خان اور (۵) عبد العزیز خان، ان مین سے احمد خان نے سب سے زیادہ عزت و شہرت حاصل کی، اور اسقدر رسوخیت پیدا کی کہ مہابت خان اِسے "خان زادہ" کے لقب سے مخاطب کرتا، اور اُس نے ترقی کرتے کرتے سہ ہزاری منصب حاصل کیا اور گلشن آباد کا فوجدار مقرر ہوا، اس نے ۲۵ جلوس مطابق ۱۰۶۱ھ مین انتقال کیا اور آشتی مین مدفون ہوا۔

محمد خان کے دوسرے بیٹون نے کوئی ایسا نمایان کام نہین کیا بلکہ اپنے موروثی علاقون پر حکومت کرتے رہے، البتہ انکے پوتے یعنی مظفر خان کے بیٹے نے بہت کچھ ناموری حاصل کی، وہ ترقی کرتے کرتے ۲۰۰۰ پیدل اور ۲۰۰۰ سوارون کا افسر ہوگیا، اور خان دوران کی سفارش سے اُسے نقارہ کی اجازت ملگئی، اُس نے شاہی نوکریان بھی پائین، لیکن خاندان نیازی کا یہی آخری نامور فرزند بھی تہا۔

دنیاوی فتوحات کے ساتھ اقلیم رُوح مین اس خاندان کے ایک رکن کافی درجہ رکھتے ہین، آپکا اسم گرامی شیخ عبد اللہ نیازی تہا، اولاً آپ حضرت شیخ سلیم چشتی قدس سرہ کے مریدون مین سے تھے، لیکن بعد مین فرقہ مہدیہ کے بانی ملا سید محمد جونپوری کے حلقہ بگوشون مین شامل ہوگئے۔

**عادل شاہ کی جامع برہان پور کے کتبے** ذیل کا عربی کتبہ وسطی محراب مسجد مین کندہ ہے، اور اسکی تعمیر



ذیل کا پتہ دیتا ہے، اس کتبہ کے پڑہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جامع عادل شاہ بن مبارک شاہ فاروقی کے حکم سے ۹۹۷ھ مین بنا شروع ہوئی اور اُسے مصطفٰے بن نور محمد خطاط نے تکمیل کو پہنچایا، چونکہ یہ عربی کی ایک بدمزہ طویل عبارت ہے جسمین کوئی اہم بات نہین اسلئے ہم اُسکو قلم انداز کرتے ہین،

اسی مسجد مین ذیل کا دوسرا کتبہ ہے، اسے محمد معصوم بن سید شبر قلندر بن باباحسن ابدال نے لکھا ہے اور یہ کتبہ اکبر کی فتح اسیر گڈھ کی یاد مین کندہ کرایا گیا ہے، اکبر نے اکبر آباد سے روانہ ہوکر ۱۱ پروردین ۴۶ سنہ الٰہی مطابق رمضان ۱۰۰۹ھ کو اس قلعہ کو فتح کیا، اور اُسکے بعد ۱۲ اردی بہشت ۴۶ سنہ الٰہی مطابق ۲۷ شوال ۱۰۰۹ھ کو عازم لاہور ہوا،

کتبہ کی عبارت یہ ہے،

"درحین کہ حضرت ظل اللہ جلال الدین اکبر بادشاہ از فتح قلعۂ اسیر و احمد نگر واپرداختہ متوجہ لاہور شدند تحریر یافت ۱۰۰۹ھ العبد محمد معصوم بن صفاابا والکبری مرقداً والتریدی اصلاً بن سید شبر بن باباحسن ابدال اُمًا والقندہاری شہداً والشروانی موطناً"

عادل شاہ کے مقبرہ مین ذیل کے عربی و فارسی کتبے ہین،

(عربی)
انظروا الی اھل القبور فاعتبروا یا اولی الابصار
لما قیل غفلة الاحیا اکثرا م حسرة الاموات
قال عیسیٰ عم الدنیا قنطرة فاعبروھا ولا تعمروھا

(فارسی)
فریاد رحیل از ہمہ کس می شنوی آواز درا ز پیش و پس می شنوی
گردہ ہمہ شبگیر لبسر منزل دُور توخفتہ برہ بانگ جرس می شنوی
نامی ز زمانہ بار بردار رُو آر بان جہان سبکبار
توخفتہ برہ وکاروان تیز توسنگ خودی ز راہ برخیز

# اخبار علمیہ

غالباً بہت کم لوگون کو اسکا علم ہوگا کہ موجودہ ملکہ معظمہ برطانیہ کی متعدد یونیورسٹیون کی اعلی ڈگریان پاے ہوے ہین، ۱۹۰۳ء مین انہین لندن یونیورسٹی سے "ڈاکٹر آف میوزک" کی آنریری ڈگری حاصل ہوئی تھی، اور ۱۹۰۲ء مین ویلز یونیورسٹی سے ۱۹۰۷ء مین انہین گلاسگو سے ال، ال، ڈی کی آنریری ڈگری حاصل ہوئی، اور ۱۹۲۰ء مین ایڈنبرا، اب آکسفرڈ یونیورسٹی نے انہین "ڈاکٹر آف سول لاز" کی آنریری ڈگری دینے کا فیصلہ کرلیا ہے، چنانچہ اسی ماہ مارچ مین یہ تقریب انجام پائیگی، اس سلسلہ مین یہ خبر بھی یقیناً دلچسپی سے پڑھی جائیگی کہ لندن یونیورسٹی سے آنریری بی، اے کی ڈگری ابتک صرف دو افراد کو ملی ہے، ان مین سے ایک ملک معظم شاہ جارج پنجم، اور دوسری ملکہ معظمہ کوئین میری ہین،

---

مدراس یونیورسٹی کے وائس چانسلر مسٹر کے، سری نواس آئینگر نے اپنے کانووکیشن ایڈریس مین بیان کیا کہ یونیورسٹی کے فارغ شدہ طلبہ (گریجویٹس) مین سے ۱۸۵۰۰ کی آیندہ زندگی کا پتہ چل سکا، یہ جماعت جن جن مختلف پیشون مین داخل ہوئی اسکے اعداد حسب ذیل ہین:-

| | |
|---|---|
| عام ملازمت سرکاری | ۳۷۰۰ |
| صیغہ تعلیم (ٹیچری، پروفیسری وغیرہ) | ۳۷۰۰ |
| وکالت وبیرسٹری | ۶۰۰۰ |
| ڈاکٹری | ۷۶۵ |



| | |
|---|---|
| تجارت | |
| سائنس | ۵۶ |

ان اعداد کو پیش کرکے وائس چانسلر موصوف نے سائنس کی جانب سے بے التفاتی پر تفصیل کے ساتھ اظہار افسوس کیا۔

---

قبل از جنگ کے ایک تخمینہ کے بموجب مختلف مغربی زبانون کی وسعت حسب ذیل تھی:-

| | |
|---|---|
| انگریزی | ۱۶ کرور |
| جرمن | ۱۳ کرور |
| روسی | ۱۰ کرور |
| فرنچ | ۷ کرور |
| اسپینی | ۵ کرور |
| اطالوی | ۵ کرور |
| پرتگالی | ۲½ کرور |

اسی تخمینہ کے مطابق دنیا مین کل ۳۵۰۰ زبانین (اصلی اور انکی شاخین ملاکر) بولی جاتی ہین۔

---

ایک انگریزی ماہر لغت دالسنہ کہتا ہے کہ اسوقت اگرچہ متعدد زبانین زوال انحطاط پذیر ہو رہی ہین، لیکن انکے مقابلہ مین انگریزی زبان کی وسعت برابر ترقی کرتی جارہی ہے، اور ترقی بھی بہت تیز رفتاری کے ساتھ، چنانچہ اسکا اندازہ ان انگریزی ڈکشنریون کی روزافزون تعداد الفاظ سے ہوگا، جو وقتاً فوقتاً شایع ہوتی رہتی ہین، ذیل مین چند انگریزی ڈکشنریون کے

نام مع اُنکے سنین طبع و تعداد الفاظ درج کیے جاتے ہین، جس سے اس مسئلہ پر پوری روشنی پڑیگی۔

| نام ڈکشنری | سال طبع | تعداد الفاظ |
|---|---|---|
| جوولکرس ڈکشنری | سنہ ۱۶۱۶ء | ۵۰۸۰ |
| گلاسوگریفیا | سنہ ۱۶۵۶ء | ۸۰۰۰ (تقریباً) |
| نیو ورلڈ آف انگلش ورڈس | سنہ ۱۶۵۸ء | ۱۳۰۰۰ |
| " (طبع ششم) | سنہ ۱۷۰۶ء | ۲۰۰۰۰ |
| جانسنس ڈکشنری | سنہ ۱۷۵۵ء | ۵۰۰۰۰ |
| ورسٹرس ڈکشنری | سنہ ۱۸۲۸ء | ۱۰۵۰۰۰ |
| ولبسٹرس ڈکشنری | سنہ ۱۸۳۰ء | ۱۶۰۰۰۰ |
| امپیریل ڈکشنری | سنہ ۱۸۹۲ء | ۲۰۰۰۰۰ |
| اسٹنڈرڈ ڈکشنری | سنہ ۱۸۹۴ء | ۳۱۸۰۰۰ |
| " (طبع ہفتم) | سنہ ۱۹۱۳ء | ۴۵۰۰۰۰ |

جنگ کے بعد انگریزی زبان کے ذخیرۂ الفاظ مین اور زیادہ اضافہ ہوگیا ہے،

---

اہل ہند اس خبر کو مسرت سے سُنین گے کہ اُن کا ایک ہموطن پیرس کے مشہور پاسٹیور انسٹیٹیوٹ کی لیبوریٹری (طبی معمل) مین کام کر رہا ہے، ڈاکٹر ہمندر ناتھ گھوش ایم بی چند سال ہوئے کلکتہ کے کارمایکل میڈیکل کالج ہسپتال مین "ہاؤس فزیشن" کی حیثیت سے کام کرتے تھے، اب وہ مشہور طبی مکتشف میو وانبرگ کی ماتحتی مین پیرس کے مشہور پاسٹیور



انسٹیٹیوٹ مین کامیابی کے ساتھ اپنے خدمات انجام دے رہے ہین،

---

سر جے سی بوس کے اجتہادات و اکتشافات سے دنیا جون جون روشناس ہوتی جاتی ہے، اُسیقدر اُنکی شہرت و عظمت مین اضافہ ہوتا جاتا ہے، سر رچرڈ گریگوری اسوقت انگلستان مین طبعیات کے مُسلّم و مستند استاد فن ہین، اُنھون نے مشہور سائینٹفک ہفتہ وار نیچر مین ایک مفصل مضمون بوس پر تحریر کیا ہے، اور اسمین بوس کے کارنامون کو طبعیات مین نیوٹن کے اکتشافات مسئلہ کشش کے مساوی رکھتے ہین، پروفیسر ممفرڈ ایڈیٹر سوشیالوجکل ریویو نے ایک مضمون مین اسی قسم کی مدح سرائی کی ہے، مشہور محقق و ماہر سائنس پروفیسر گیڈس نے ایک مستقل کتاب بوس کی زندگی اور اُنکے کمالات پر شایع کی ہے، اور یہ اعتراف صرف برطانوی فضلاء فن تک محدود نہین بلکہ اسمین تمام دنیا کے ماہرین فن شریک ہین، جنمین خاص طور پر قابل ذکر برلن کے فزیالوجسٹ (ماہر عضویات) ہیبرلیسٹ، پیرس کے ماہر فلکیات ڈی لینڈر، اور اسٹاکہام کے ماہر طبعیات ارہنیس ہین،

---

انڈین سائنس کانگرس کا آٹھوان سالانہ جلسہ کلکتہ مین ۲۱-جنوری سے ۵ر فروری تک منعقد ہوتا رہا، صدر جلسہ سر راجندر ناتھ مکرجی تھے، جو بہت بڑے کارخانہ دار ہین، اور مسائل صنعت و حرفت مین صاحب فن تسلیم کئے جاتے ہین، کانگرس کا افتتاح گورنر بنگال نے کیا، اور صدر کی تقریر کے بعد کانگرس مندرجۂ ذیل شعبون مین تقسیم ہوگئی، زراعت، طبعیات و ریاضیات، کیمیائیات، حیوانیات، نباتیات، ارضیات، طبیات، علم الاقوام و علم الانسان، ہر شعبہ کا ایک جداگانہ صدر تھا، اور اسکی زیر صدارت مسائل متعلقہ بر سرگرمی سے بحثین

ہوتی رہین، یہ کانگرس ابتداءً سنہ ۱۹۱۴ء مین پروفیسر میکمہن (کیننگ کالج لکھنؤ) کی تحریک پر ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کی زیر سرپرستی قائم ہوئی تھی، اور اسوقت سے اسکے سالانہ اجلاس ہندوستان کے ہر قطعہ کلکتہ، مدراس، لکھنؤ، بمبئی، بنگلور، لاہور، ناگپور مین منعقد ہو چکے ہین، اسکی صدارت کے لئے ہر سال ہندوستان کا کوئی ممتاز ماہر فن منتخب ہوتا ہے اصحاب ذیل ابتک اسکی کرسئ صدارت کو رونق دے چکے ہین:-

سنہ ۱۹۱۴ء، سر آسوتوش مکرجی (وایس چانسلر کلکتہ یونیورسٹی و ماہر ریاضیات)

سنہ ۱۹۱۵ء، میجر جنرل بینرمین، (مشہور ڈاکٹر)

سنہ ۱۹۱۶ء، سر سڈنی بررڈ، (سرویر جنرل)

سنہ ۱۹۱۷ء، سر الفرڈ بورن، (ڈایرکٹر بنگلور انسٹیٹیوٹ آف سائنس)

سنہ ۱۹۱۸ء، ڈاکٹر گلبرٹ واکر، (ماہر علم الجو)

سنہ ۱۹۱۹ء، سر لیونارڈ راجرس، (محقق فن طب)

سنہ ۱۹۲۰ء، سر پرفلاچندر رائے، (مشہور ماہر کیمیائیات)

سنہ ۱۹۲۱ء، سر راجندر ناتہہ مکرجی، (ماہر صنعت و حرفت)

---

کچھ روز ہوئے ویسٹ منسٹر ہل (انگلستان) کی ایک کوٹھی کی چھت ایک مزدور درست کر رہا تھا کہ زمین سے ۹۰ فٹ کی بلندی پر اسے مٹی اور جالے مین لپٹی ہوئی دو چیزین معلوم ہوئین، صاف کرنے کے بعد دو ٹینس کے گیند نکلے، محققین کا خیال ہے کہ یہ گیند شاہ ہنری ہشتم (سنہ ۱۵۰۹ء تا سنہ ۱۵۴۷ء) کے زمانہ کے ہین، ایک بڑا گیند ہے جسکا قطر ۲ ½ انچ کا ہے، دوسرا چھوٹا ہے، اسکا قطر ۱ ¾ انچ کا ہے، دونون پر چمڑا چڑھا ہوا ہے،



چیونٹیون کے متعلق عجیب و غریب روایات کتابون مین بکثرت ملتی ہین، حال کے ایک ماہر فن حشرات الارض کے ایک عالم نے انکے متعلق چند مزید معلومات کا اضافہ کیا ہے، مثلاً یہ کہ سرخ چیونٹی کی ایک خاص نوع بیحد جنگجو واقع ہوئی ہے، اسکی ہر فرد ہر وقت کارزار و مقاتلہ مین مصروف رہتی ہے، بر اینہمہ آرام طلب بھی اسقدر ہے کہ بغیر خادم یا غلام کے گزارہ نہین کر سکتی، اسلئے اپنے سے کمزور تر حشرات پر حملہ کر کر کے انہین اپنی غلامی اور خدمتگزاری مین لاتی رہتی ہے، سب سے بڑھکر عجیب بات یہ ہے کہ چیونٹیون کی ایک ایسی قسم بھی دریافت ہوئی ہے جو سانپ تک کو ہلاک کر ڈالتی ہے، سانپ جونہی آتا ہوا دکھائی دیتا ہے، یہ چیونٹیان سیکڑون بلکہ ہزارون کی تعداد مین دفعۃً پراجما کر حملہ کر دیتی ہین، اور ایک ہی وقت مین اسکے جسم کے ایک ایک ریشہ پر کئی کئی چمٹ جاتی ہین، سانپ اس آفتِ ناگہانی سے گھبرا کر دیوانہ ہو جاتا ہے، اور تڑپ تڑپ کر جان دیدیتا ہے، اسکے مرجانے کے بعد یہ ننھی مخلوق اسکے گوشت کا ایک ایک ریشہ کھا جاتی ہے، صرف پوست و استخوان چھوڑ دیتی ہیٖ افریقہ کے جنگلون مین انکی ایک ایسی نوع بھی پائی جاتی ہے، جس سے درندے تک دہشت کھاتے ہین، اور جسکے بے پناہ حملہ کے مقابلہ مین انسان دریا مین کود پڑنے کو ترجیح دیتا ہے،

---

شہر ہوسٹینڈ کے نواح مین ایک مہیب و قوی ہیکل بندر آیا ہوا ہے، جسکے ہیبت سے تمام اہل دیہات لرزان رہتے ہین، سب نے مل کر ایک روز اس بندر کو آبادی سے باہر بھگا دیا اور اسکی نگرانی رکھی کہ پھر وہ کسی طرح آبادی کے اندر قدم نہ رکھنے پائے، اس بندر نے جب یہ دیکھا کہ فاقہ کشی کی نوبت آ رہی ہے، تو گاؤن والون کی گایون کا جو جنگل مین چرا کرتی ہین دودھ پینا شروع کر دیا، گائین جنگل مین چرتی ہوتی ہین اور یہ بندر اگر بالکل انسان کی طرح

ان کا دودھ پی لیتا ہے، ہائی لینڈ پارک کے زندہ عجائب خانہ کے ایک افسر کا بیان ہے کہ یہ جانور اپنی نوعیت مین بالکل یکتا ہے،

---

امریکہ کے مشہور مکتشف ٹامس ایڈیسن، رسالہ امریکن میگزین مین لکھتے ہین کہ مین آجکل ایک جدید مشین کی تکمیل مین مصروف ہون، جسکے ذریعہ سے عالم ارواح سے نامہ و پیام بالکل ممکن ہو جائیگا، اس مشین کی قوتِ احساس بہت ہی تیز و نازک ہوگی، اور اُسکے ذریعہ ان حیات تک کا ادراک ہو سکیگا جو ابتک تمام غیر مادی ذرائع سے غیر مدرک ہین، ایڈیسن کو پوری توقع ہے کہ تھوڑے ہی عرصہ مین اس آلہ کی مدد سے عالم اجسام و عالم ارواح کے درمیان بے تکلف نامہ و پیام شروع ہو جائیگا، اور چونکہ آلۂ پیام رسانی ایک مادی مشین ہوگی جو لاسلکی تار برقی سے ملتی جلتی ہے، اسلئے اغلباً سب سے پہلے علماے سائنس اور تار برقی کا تجربہ رکھنے والے ہی اپنی موت کے بعد اُدھر سے پیام بھیج سکین۔

---

جنوبی فرانس کے ایک غار مین ایک تصویر برآمد ہوئی ہے، جو ہرن کی ہڈی کے اوپر منقوش ہے، اور مچھلی کی ہے، سر رے لنکسٹر نامور سائنٹسٹ نے اس تصویر کا جو بہت ہی بوسیدہ حالت مین ہے، بغور امتحان کرنے کے بعد اپنی یہ راے ظاہر کی ہے، کہ یہ بیس (۲۰) ہزار سال پیشتر کے فنِ مصوری کا نمونہ ہے،

---

ایک سائنٹفک رسالہ لکھتا ہے کہ بعد از جنگ گرانی کے اثرات سے جہان دنیا کا ہر شعبہ، ہر صیغہ، ہر محکمہ زیر بار ہو رہا ہے، وہان لندن کے زولاجیکل گارڈن (زندہ عجائبخانہ



حیوانات) پر بھی اس عام گرانی کا بہت گہرا اثر پڑا ہے، اور ایسا ہونا بلاوجہ نہین، اسلئے کہ جتنے جانور اس باغ مین رہتے ہین، سب کی غذاؤن کے لئے اب نہایت گران قیمت پر سامان خریدنا ہوتا ہے، مثلاً بندرون کے لئے تازہ میوؤن اور پھلون کی ضرورت ہوتی ہے، میوہ خور جانور ہر ہفتہ کم از کم دو ہزار کیلے کی پھلیان کھا جاتے ہین، اور اسی کے تناسب مقدار مین اخروٹ، سپاری، وغیرہ، بعض پرندون کی غذا انڈے ہین، جنگ سے قبل ہر سال ۳۳ ہزار درجن انڈے صرف ہوتے تھے، بعض اور پرندے ایسے ہین جو بغیر حشرات الارض کو کھاے ہوئے زندہ نہین رہ سکتے، اور اُنکے لئے بلجیم سے خاص طور پر کیڑون مکوڑون کا ذخیرہ منگانا پڑتا ہے، یہ کیڑے جو پہلے فی پونڈ (آدھ سیر) ۳½ شلنگ مین آجاتے تھے، اب پندرہ شلنگ سے کم مین نہین پڑتے، درندون (شیر، چیتے، تیندوے، بھیڑیئے وغیرہ) کے گوشت کی ضرورت بہت بڑی تعداد مین ہوتی ہے، چنانچہ صرف گھوڑون ہی کی لاشین ہر سال تین سو سے زاید کی تعداد مین اس کام مین آتی ہین، بکثرت ایسے حیوانات ہوتے ہین، جنکے لئے گھاس یا پیال کے بستر کی ضرورت ہوتی ہے، اور اسکے لئے سالانہ ہزارون من یہ چیزین خرید کرنا ہوتی ہین، ہاتھی کی پُرخوری ضرب المثل ہے، ایک عظیم الشان ذخیرۂ غذا محض ہاتھیون ہی کی نذر ہو جاتا ہے، بعض جانور بغیر مچھلی کے نہین زندہ رہ سکتے، انکے لئے مچھلیون کا انتظام کرنا ہوتا ہے، وقس علی ہذا۔

---

ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کے پریسیڈنٹ اسوقت مہا مہوپادھیا ہر پرشاد شاستری ہین، اُنھون نے انجمن مذکور کے سامنے حال مین اپنے خطبۂ صدارت مین بیان کیا کہ سنہ ۱۸۹۸ع تک حکومت ہند کو اثریات ہند سے مطلق التفات نہ تھا اور محکمہ آثار قدیمہ براے نام موجود تھا

بلکہ حکمرانون کو کہنا چاہیئے کہ ہندوستان کی قدیم یادگارون سے ایک طرح کا عناد تہا اچنانچہ ایک قدیم گورنر جنرل کی تو یہ راے تھی کہ تاج محل آگرہ کے سنگ مرمر کو فروخت کر کے حکومت ہند اپنی مالی مشکلات کو حل کرے، ۱۸۹۹ء مین لارڈ کرزن وائسراے ہو کر آے اور اُنھون نے آتے ہی اس صورت حال کو بدلدیا، اُنھون نے قدیم آثار کو نہ صرف تباہی و بربادی سے روکا بلکہ ایک خاص قانون پاس کر کے اُنکے تحفظ اور بقا کا بھی سامان کر دیا، اور سب سے بڑھکر یہ کہ محکمۂ آثار قدیمہ کی باگ اُنھون نے ایسے شخص (سر جان مارشل) کے ہاتھہ مین دیدی جس سے موزون تر انتخاب اس منصب کے لئے ممکن ہی نہ تہا، اُنکے عہد مین اتنا ہی نہین ہوا کہ اُنکے ماتحتون نے پوری مستعدی اور جانفشانی سے کام کرنا شروع کر دیا، بلکہ انکی نگرانی مین ہندوستان کا چپہ چپہ اثری تحقیقات کے لئے کھود ڈالا گیا، سارناتھہ، پیشاور، ٹیکسلا، سانچی، بھیٹ، تھیٹ، چارسدا، لبناگر، ماندور، راجگیر، برہمن آباد، پاٹلی پتر، بھیجا، بسارہ، کسیا، ماڈود (متھرا) نلندا وغیرہ مین آثار قدیمہ سے متعلق سرمایۂ معلومات مین عظیم الشان اضافہ ہوا ہے سارناتھہ مین خاص وہ مقام دریافت ہو گیا ہے جہان گوتم بدھ نے سب سے پہلے تبلیغ مذہب کی تھی، ٹیکسلا مین جو کتبے آرامی زبان مین ملے اُن سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ اس سرزمین پر چھٹی صدی قبل مسیح مین ایرانیون کا قبضہ تہا، اسی طرح کی اور بھی تاریخی حیثیت سے بیسیون قیمتی تحقیقات حاصل ہوئی ہین۔

---



# آثار علمیہ و ادبیہ

## شہر آشوب

مرزا سالک مرحوم دہلوی کے غیر مطبوعہ کلام کا ایک صفحہ

جہان مین جتنے شہر تھے جہان جہان آباد — بس ان بلاد مین تنہا منتخب جہان آباد
خراب ہو کے نہ پوچھو ہوا کہان آباد — مگر عدم کو کیا اُس نے گلستان آباد

فلک نے کس سے کہون کیون مٹا دیا اُسکو
ارم کا جوڑ سمجھکر اُٹھا لیا اُسکو

زمین پست یہان کی تھی آسمان منظر — ہر ایک ذرہ یہان کا تہا مہر کے ہمسر
یہان کی خاک تھی اکسیر سے بھی کچھ بہتر — یہان کے آب مین آب حیات کا تہا اثر

نسیم خلد سے بہتر سموم تھی یہان کی
یہ وہ چمن ہے کہ دنیا مین دہوم تھی یہان کی

ہر اک مکان یہان کا تھا اک مکان سرور — ہر ایک کوچہ یہان کا تہا اک جہان سرور
ہر اک دکان یہان کی تھی اک دکان سرور — غرضکہ شہر نہ تہا، تہا یہ ایک کان سرور

جدہر کو دیکھیے آواز بربط و نے ہے
نہ جانتا تہا کوئی رنج و غم کو کیا شے ہے

یہ شہر کسلئے برباد ہو گیا یا رب؟ — لگی کسی کی یہ کیا ایسی بد دعا یا رب؟
یہانکے لوگون سے کیا ہو گئی خطا یا رب؟ — ہوئے ہین کسلئے یہ مورد جفا یا رب؟

غرض تھی غدر سے ہو وین گنا ہگار تقات

وگرنہ ہوتے نہ ہرگز سزاے دار ثقات

چلی تھی دہر مین گویا ہوا یہ چوبائی    کہ فوج باغیہ چارون طرف سے یان آ ئی

تمام شہر کی خوب آکے خاک اڑوائی    یہ باد تند تھی خاشاک کی تماشائی

رہی نہ خاک بھی امن و امان کی صورت

کچھ اور ہو گئی سارے جہان کی صورت

یہ انقلاب ہے یا ہی قیامتِ صغرا؟    کوئی نہین ہی کہ جسکے رہی ہون ہوش بجا

ہوئی ہے آدمی کی شکل شہر مین عنقا    بنا ہی ہو کا مکان اس سے ہر گلی کوچا

ہوے ہین لوگ بیا نکے کہان کہان آباد

ہر ایک گاؤن بنا ہے مگر جہان آباد

کسیکے لب پہ ہی نالہ کسیکی چشم ہے تر    کسیکا چاک گریبان ہی اور کوئی مضطر

کسیکا ہاتھ ہی دل پر کوئی ہی تہامے جگر    غرضکہ رنج سے خالی نہین ہی کوئی بشر

بجاے زمزمہ ہر جاے شیونِ غم ہے

محلِ عیش تہا یا اب سراے ماتم ہے

مکان شکستہ ہین مانند خاطرِ مایوس    اُجاڑے کوچے بسانِ دلِ الم مانوس

وہ شکل ہی نہ رہی شہر ہو گیا معکوس    ستم کیا فلکِ بد شعار نے افسوس

یہ وہ جگہ ہی جسے دیکھنے کو خلقت آئے

اور اب جو دور سے دیکھے کوئی تو عبرت آئے

سمجھکے اپنا ٹھکانا گئے جہان ہملوگ    ذلیل یان سے زیادہ ہوے وہان ہملوگ



بنے ہین طائرِ گم گشتہ آشیان ہملوگ    پڑے ہین امن کے طالب کہان کہان ہملوگ

زمین ہو گئی دشمن نہ پائی جاے ثبات

ٹھہر سکا نہ کسی جاے اپنا پاے ثبات

وہ لوگ کہاے جنکی نشاط کی قسمین    پڑے ہین طالع ناساز گار کے بس مین

محل مین رہتے تھے یا اب پڑی ہین مجلس مین    نہ تاب دل مین نہ طاقت ہی جان بیکس مین

جو تشنہ لب ہون تو آب دم سنان موجود

جو گرسنہ ہون تو کہانے کو گولیان موجود

وہ جنکے طبع کہ آسودگی پہ مائل ہے    پیادہ کیونکہ چلین ناقہ ہی نہ محمل ہے

اُٹھا ئین ایک قدم بھی اگر تو مشکل ہے    قدم کہے کہ ٹھہر جاؤ یہ ہی منزل ہے

سرون پہ بوجھ ہی گٹھری کا لڑکھڑاتے ہین

بس اپنے جی کی طرح بیٹھ بیٹھ جاتے ہین

گھرون مین پردہ نشینون کا حال کیسا ہے    بیان مجھسے ہو کیونکر یہ ماجرا ہے ہے

ندائی جنکی کبھی در تلک صدا ہے ہے    نکل کے گھر سے چلین ہین پیادہ پا ہے ہے

کبھی جو غصہ مین بھی جامہ سے نہ باہر ہون

غضب ہی یہ کہ وہ یون بے ردا و چادر ہون

ہجوم مسجد جامع کا کیا کرون اظہار    صف ملائکہ ہوتی جہان نماز گذار

ہر ایک صف مین نہ رہتا مصلیون کا شمار    اب اسکو دور سے بھی دیکھنا ہوا دشوار

نماز ہے نہ اذان ہے نہ کوئی جاتا ہے

جب اسکو دیکھیے خالی تو جی بھر آتا ہے

وہ اسکی گرد کے بازار اور وہ زینت — ہجومِ خلق سے ہر روز ایک نئی صورت
کہ جسکے دیکھنے سے طبع کو ہو اک فرحت — یہانسے جائے کسی میلہ مین تو ہو نفرت

الٰہی کیا ہوئے اجناس رنگ رنگ کے ڈھیر
پڑے ہوئے ہین گلِ خشت و چوب و سنگ کے ڈھیر

درازدستیٔ دیہاتیانِ بد انجام — خدا دکھائے نہ صورت کبھی سُنائے نہ نام
کسی طرح سے سمجھ مین نہ آئے جنکا کلام — گریز پا جو نکل کر گئے، لٹے وہ تمام

لُٹا لباس تلک آبرو بھی ہان کھوئی
گرہ مین کچھ بھی نہ نکلا تو نقدِ جان کھوئی

بچا کے جان گئے اس جان کی محبت مین — گئے جو مضطربانہ کسی ریاست مین
تو گیر و دار سے آئے وہان بھی آفت مین — یہان سے اور زیادہ پھنسے مصیبت مین

جو نقد کچھ ہے تو مخبر کے قرضدار بنے
وگرنہ بے گنہی مین گناہ گار بنے

یہ حالِ دیکھ کے ساکت اڑے جو میری ہوش — بسانِ صورتِ دیوار رہ گیا خاموش
ہجومِ فکر سے خونِ دل مین مارتا تھا جوش — ............[1]

رسید مژدہ کہ ایامِ غم نخواہد ماند
چنان نماند و چنین نیز ہم نخواہد ماند

---

[1] کاغذ بوسیدہ و کرم خوردہ تھا حروف و نقوش اڑ گئے۔



# ادبیات

## غزل

حسام الملک نواب سید علی حسن خان صاحب طاہر

جورِ بتان کی کچھ تو مکافات چاہیئے — اِن کافرون سے ترکِ موالات چاہیئے
یرنگیٔ صفات ہے اک جلوۂ سراب — عاشق ہمیشہ مستِ مے ذات چاہیئے
سر ہو گی فلسفی سے نہ ہرگز مہمِ عشق — گاندہی کی طرح صاحبِ جذبات چاہیئے
فیضانِ عشق کے ہین جہان مین ہزار رنگ — اچھے بُرون سے سب سے ملاقات چاہیئے
مانا کہ شیخ آپ ہین مستجمعِ صفات — للّٰہیت بھی قبلۂ حاجات چاہیئے
گر قابلِ جزا نہین عاشق سزا تو دو — آخر عمل کی کوئی مکافات چاہیئے
ہو بیگناہ ہون پہ مجھے اعترافِ جرم — اب تم کو بھی تلافیٔ مافات چاہیئے
آجاتے ہین طواف کو رندانِ مست بھی — کعبہ کے پاس کوئی خرابات چاہیئے

طاہر کبھی ہے ذکرِ عدو سرزنش کبھی
انکو تو چھیڑنے کے لئے بات چاہیئے

## خونِ جگر

کلام جناب جگر مرادابادی

یہی ہے سب سے بڑھکر محرمِ اسرار ہو جانا — میسر ہو اگر اپنا ہمین دیدار ہو جانا
نمایان چرخِ پردہ صبح کے آثار ہو جانا — یکایک غیرۂ رنگِ رُخِ بیمار ہو جانا

محبت مین کہان ممکن ذلیل و خوار ہوجانا — کہ پہلی شرط ہے انسان کا خوددار ہوجانا

اُدھر دامن کسیکا جہاڑ کر محفل سے اُٹھ جانا — اِدھر نظرون مین اک چیز کا بیکار ہوجانا

اثر لینا تھا ہمکو ہر ادائے حسن سے اُنکی — مگر لازم نہ تھا رسوا سرِ بازار ہوجانا

وصال و ہجر کے جھگڑون نے فرصت ہی نہ دی ورنہ — مآلِ عاشقی تھا روح کا بیدار ہوجانا

ہوا کا اُسطرف اُنکی نقابِ رُخ اُلٹ دینا — اِدھر اک اک لہو کی بوند کا سرشار ہوجانا

زبان گو چپ ہوئی، دل مین تلاطم ہو دہی برپا — نہ آیا آج تک محوِ خیالِ یار ہوجانا

کُھلیگا چارہ گر پر رازِ غم کیا درد کے ہوتے — کہ آتا ہے اُسے خود نبض کی رفتار ہوجانا

کہان کے خلد و جنت آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھین ہم — جو ممکن ہو کسیکا سایۂ دیوار ہوجانا

گرین ہر ہر قدم پر بجلیان راہِ محبت مین — بڑی مشکل سے آیا طالبِ دیدار ہوجانا

---



# باب التقریظ والانتقاد

## ڈاکٹر اقبال کی اسرار خودی کا انگریزی ترجمہ

ہم مشرقیون کی غلامانہ دماغی نفسیت کا ایک اثر یہ بھی ہے کہ ہم اپنے انمول جواہرات کی قدر اسوقت جانتے ہین جب ہمارے آقایانِ یورپ اُسکو ہمارے خزانہ سے منتقل کرکے اس سے اپنی دکان سجاتے ہین اور ہم تماشائی بنکر اُنکو دیکھتے ہین، اور اسوقت اپنی قسمت پر ناز کرتے ہین، عمر خیام چوتھی صدی سے اس تیرہوین صدی تک ہمارے کتبخانون مین سربمہر خریطہ کی طرح محفوظ رہا، اور ہم اس سے آگاہ نہوئے، لیکن جب یورپ نے اس مہر کو توڑا اور اسکو وقف عام کیا تو ہم بھی اُسکی قدر جاننے لگے، اور اُسکے بیسیون ایڈیشن شایع ہوئے، عربی مین اُسکا ترجمہ ہوا، ٹیگور ہمارے ملک مین ہمارے درمیان اپنی شاعری کے بیسیون منازل طے کرتا رہا، لیکن ہم اُسکے کمالات سے ناآشنا رہے، لیکن جب یورپ نے اسکو اُچہالا تو ہماری آنکہین بھی اُسکی طرف اُٹھنے لگین، اور اب صرف یورپ ہی مین نہین بلکہ مشرق کی بھی متعدد زبانون مین اسکا ترجمہ ہوا، یورپ نے جو اسکی قدر کی اسکا اندازہ اس سے نہین ہوسکتا کہ لاکھہ روپیہ کا اعزازی انعام اُسکے لئے پیش کیا بلکہ اس سے کہ یورپ کے دل مین ہندوستان کی وقعت کا سکہ بیٹھ گیا، مجھسے ایک دوست نے بیان کیا کہ ایک ہندوستانی یورپ مین سفر کر رہا تھا، اُسی درجہ مین سویڈن کے دو زن و شو بھی سفر کر رہے تھے، جب اُنکو معلوم ہوا کہ یہ ہندوستانی ہے تو اُنھون نے

پوچھا کیا تم اس ہندوستان کے رہنے والے ہو جس نے ٹیگور کو پیدا کیا ہے، اور جواب جب اثبات مین ملا تو ٹگور کے یہ رنگ ہموطن کے ساتھ اُنکی عقیدت اسقدر بڑھی کہ وہ اپنے اس سفر کو نعمت غیر مترقبہ سمجھنے لگے، اور دلی اضطراب کے ساتھ پوچھا کہ ہندوستان کی تعلیمی حالت کا معیار کیا ہے، اور جب اُنھون نے اسکے جواب مین ۹ فیصدی سُنا تو اُنکو کسی طرح اُسکا یقین نہین آتا تھا، کہ جو ملک ٹیگور کو پیدا کر سکتا ہے وہان صرف ۹ فیصدی تعلیم ہو،

اسی معارف مین پڑھ چکے ہو کہ ٹگور کے کلام کا عربی مین بھی ترجمہ ہو چکا ہے، سفر ولایت سے واپسی مین چند یہودی بھی ساتھ تھے، مین اکثر انکے پاس بیٹھکر مختلف مسائل پر باتین کیا کرتا تھا، جب اُنکو معلوم ہوا کہ مجھکو عبرانی سے کچھ ذوق ہے تو عبرانی مین چھپی ہوئی ایک کتاب میرے سامنے پیش کی، اور کہا کہ یہ تمہارے وطن کا تحفہ ہے، یہ دیکھکر کسقدر تعجب ہوا کہ عبرانی سی مردہ زبان بھی ٹیگور کی شاعری سے زندہ کیجارہی ہے، یہ عبرانی مین گارڈنر کا ترجمہ تھا۔

(اقبال کی زبان غالباً بیس برس سے ہندوستان مین زمزمہ پرداز ہے، ہمارے نوجوانون کے کان اُسکی سامعہ نوازی سے بہت کچھ لذت گیر ہوئے ہین، لیکن ابتک اُسکی قدردانی کا کافی صلہ مصنف کو ہم نے ادا نہین کیا، پیرس مین جب ہماری ملاقات ذکاء الملک سابق وزیر تعلیمات ایران، اور علامہ محمد عبدالوہاب قزوینی (مشہور ایرانی عالم اور صاحب قلم سے ہوئی، اور امم اسلامیہ کی نشاۃ ثانیہ کا ذکر آیا تو ہم نے اقبال کے فلسفہ کا ذکر کیا، اور محترم محمد علی نے رموز بیخودی اور اسرار خودی کا اپنا نسخہ اُنکے مطالعہ کو عنایت کیا، وہ دیکھکر بیحد محظوظ ہوئے اور اسوقت مجھے نظر آیا کہ اسکی فارسی زبان نے اُسکے دائرۂ اثر کو کتنا بڑھا دیا ہے، اور معارف نے رموز بیخودی پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ جو لکھا تھا کہ "ہمارے ہندی شاعر نے فارسی زبان اسلئے اختیار کی ہے تاکہ ممالک اسلامیہ کا ایک بڑا طبقہ اُس سے بہرہ اندوز ہو" بالکل



سچ نظر آیا،

بہرحال اُسکی فارسی زبان کی عمومیت سے ممالک اسلامیہ مین اُسکے خیالات کی اشاعت کا تخیل ابتک کما حقہ پورا نہوا، اور شاید اہل مشرق اُسکی اہمیت کو ابتک نہین سمجھے، لیکن دو گذشتہ سالون کی بنا پر ہمکو یقین ہے کہ اب جبکہ انگریزی قالب اُس نے اختیار کر لیا ہے تو یکایک اُسکی وقعت مشرقی غلامون کے لئے چارچند ہو جائیگی، اور ایران و افغانستان و ترکستان کے اہل دماغ و ارباب فکر اسکی حقیقت کے طلبگار ہونگے، اور نوجوان ہندوستان بھی اپنی قدرشناسی کے معیار کو اب اور بھی زیادہ بلند کریگا،

معارف کے شذرات مین یہ خبر درج کیجا چکی ہے کہ اسرار خودی کا ترجمہ انگریزی مین چھپکر شائع ہو گیا ہے، یہ ترجمہ پروفیسر نکلسن معلم فارسی دارالفنون کیمبرج کے قلم سے ہوا ہے (یہ وہی پروفیسر نکلسن ہین جو تاریخ ادبیات عربی (یعنی لٹریری ہسٹری آف عربیا) کے مصنف ہین) میکملن اینڈ کو نے اس ترجمہ کو چھاپا ہے، اور انگلستان کے مشہور مشرقی کتب فروش لیوزک اینڈ کو کے ذریعے اسکی اشاعت ہوئی ہے، اور بمبئی اور کلکتہ کے عام انگریزی کتب فروشون سے ملسکتا ہے، سات شلنگ چھ پنس اُسکی قیمت ہے،

ذیل مین ہم مترجم کے مقدمہ کے اقتباسات شائع کرتے ہین، جنمین اُس نے شاعر اور اُسکی شاعری پر اپنے خیالات ظاہر کئے ہین،

"اسرارِ خودی پہلی مرتبہ ۱۹۱۵ء مین بمقام لاہور شائع ہوئی، مین نے اسی زمانہ مین اُسے پڑھا اور اسقدر متاثر ہوا کہ اقبال کو جن سے میری کیمبرج کی ملاقات تھی اسکے انگریزی ترجمہ کی اجازت کے لئے لکھا۔"

"اقبال ایک ہندوستانی مسلمان ہے، اُس نے اپنے ممالک مغرب کے قیام کے زمانہ

ین موجودہ فلسفہ کا اچھی طرح مطالعہ کیا ہے، اور اسی فن مین کیمبرج اور میونخ سے ڈگریان حاصل کی ہین"

اسکا پیغام نہ صرف مسلمانان ہند کے لئے مخصوص بلکہ وہ تمام عالم اسلامی کے لئے ہے چنانچہ اسی مقصد کو مدنظر رکھکر اس نے اُردو کی جگہ فارسی کو ادائے مطلب کے لئے منتخب کیا ہے، کیونکہ اول تو فارسی دنیائے اسلام مین بہت زیادہ مقبول ہے، اور دوسرے فلسفیانہ خیالات جس خوبصورتی اور وضاحت سے اس زبان مین ادا ہو سکتے ہین کسی دوسری زبان مین ناممکن ہین"

(اقبال نے ادبیات یورپ کو اچھی طرح پیا ہے، اسکا فلسفہ بہت کچھ نیٹشے Nietzsche اور برگسن (Burgson) کا ممنون احسان ہے، اور اسکی شاعری ہمارے دل مین شیلی (Shelley) کی یاد تازہ کرتی ہے، لیکن اسپر بھی اسکا ہر خیال اور اسکا ہر قول ایک مسلمان کا خیال اور مسلمان کا قول ہوتا ہے، اور شاید اسی وجہ سے اسکا اثر زیادہ ہو، وہ ایک پرجوش مذہبی مسلمان ہے، وہ ایک نئے مکہ (معظمہ) کا خواب دیکھتا ہے، اسے ایک وسیع جمہوری دنیا نظر آتی ہے، جسمین تمام اسلامی ریاستین متحد و مشترک ہین، جسمین ملک و ملت کی کوئی تمیز نہین، اسے قومیت اور شہنشاہی کی ضرورت نہین، اسکے خیال مین تو یہ چیزین انسان کو جنت سے محروم کر دیتی ہین"۔ ایک دوسرے سے ناآشنا ہو جاتا ہی، برادرانہ جذبات مفقود ہو جاتے ہین، اور جنگ کا تلخ تخم بویا جاتا ہے، وہ سیاست کی جگہ مذہبی حکومت کا خواب دیکھتا ہے، "مشیاولی" (Machiavelli) کو جو چھوٹے دیوتاؤن کی پرستش کرتا ہے اور جس نے بہتون کو اندھا (گمراہ) کر رکھا ہے، بُرا بھلا کہتا ہے،

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ جب کبھی مذہب کا نام لیتا ہے، تو اس سے اسکی مراد صرف



ہب اسلام" ہے، غیر مسلم کے معنی خدا کا منکر ہے (اور ایک حد تک) اسپر جہاد کرنا لازم ہے بشرطیکہ وہ محض لوجہ اللہ ہو، ایک آزاد و مخلص اسلامی برادری جسکا مرکز کعبہ ہو اور جو رشتہ حب اللہ والرسول سے بندھی ہوئی ہو، اقبال کا نقطۂ نظر ہے، "اسرار خودی" اور "رموز بیخودی" مین اسی کو نہایت متاثر خلوص کے ساتھ بیان کرتا ہے، اور ہم بجز تعریف کے کچھ نہین کر سکتے، اور اسکے ساتھ ہی ساتھ اسکے ذرائع حصول بھی بتاتا ہے، اول الذکر مین مسلم کی افرادی حیثیت سے بحث ہے اور موخر الذکر مین جماعتی حیثیت سے"

("جب ہم یہ خیال کرتے ہین کہ زبانِ کتاب، مصنف کی مادری زبان نہین ہے تو اسکے کمالات شاعری پر تعجب آتا ہے، مین نے حتی الوسع جہانتک ہو سکا ہے اسکے لطف کو نثر مین قائم رکھنے کی کوشش کی ہے، اسمین بعض حصے تو ایسے ہین کہ ایکبار پڑھ لینے کے بعد انکو بھولنا مشکل ہے، شلاً وہ حصہ جہان وہ اس آنے والے آدمی کا نقشہ کھینچتا ہے، جسکے لئے دنیا منتظر ہے اور جو آکر تمام عالم کو نجات دلائیگا، یا مناجات جسپر کتاب ختم ہوتی ہے۔")

("جلال الدین رومی کی طرح اقبال بھی اپنے مطالب کو زود فہم اور آسان بنانیکے لئے جا بجا حکایت و امثال سے کام لیتا ہے، کیونکہ اسکے سوا کوئی دوسری بہتر صورت نہین")

(پہلے پہل جب اسرار خودی عالم وجود مین آئی تو اس نے ہندی نوجوانون کو محو حیرت کر دیا، ان مین سے ایک لکھتا ہے، "اقبال کا وجود ایک مسیحا سے کم نہین کہ اس نے ہماری مردہ لاش مین جان ڈالکر اُسے متحرک کر دیا ہے"، اب یہ دیکھنا باقی رہ گیا ہے کہ یہ بیدار جماعت کس طرف کا رخ کرتی ہے، کیا یہ لوگ ایک دُور دراز "مدینۃ اللہ" کا خواب دیکھکر مطمئن ہو جائینگے یا ان اصولون کو وہ اسکے مصنف کے خیال کے برخلاف کسی دوسری غرض کے حصول کے لئے استعمال کرینگے؟ باوجودیکہ وہ واضح طور سے علانیہ قومیت پرستی (نیشنلزم) کی

مذمت کرتا ہے، تاہم اُسکے معتقدین کا خیال ہو کہ اس سے اُسکی کوئی دوسری مراد ہے۔"

مین ابھی سے یہ پیشین گوئی کرنا نہین چاہتا کہ اس کتاب کا کیا اثر ہوگا، اسکے بارہ مین کہا گیا ہے کہ "وہ اس زمانہ کا آدمی نہین، وہ قبل از وقت پیدا ہوا، اور وہ اس زمانہ کے لائق نہین" ہم اُسکے خیال کو اسکے مذہب کے کسی فرقہ کے نقطۂ نظر سے مطابق نہین پاتے، اس سے اسلامی دماغ مین بڑی تبدیلی ممکن ہے، لیکن اسکی اہمیت ہمین اس واقعہ سے نہ سمجھنا چاہیئے، کہ ایک محدود عرصہ مین ایسا انقلاب بھی ہوسکتا۔"

افسوس ہے کہ مترجم نے نظم کا ترجمہ نثر مین کیا ہے، اس سے ڈر ہے کہ شاعری کی لطافت دُور ہو کر یہ مثنوی دوسری زبانون مین فلسفہ کی کوئی بوجھل کتاب نہ بنجائے۔

*



# مطبوعاتِ جدیدہ

تنقید لسان الغیب، پنجاب کے ایک بزرگ نے اردو مین دیوان حافظ کی شرح لکھکر شایع کی تھی، جناب مولوی ابوالحسن صاحب صدیقی بدایونی نے اس شرح پر ایک بسیط تنقید لکھکر اخبارون مین چھپوائی تھی، چونکہ وہ عام طور سے پسند کیگئی اسلئے اب مولویصاحب نے اسکو رسالہ کی صورت مین علٰحدہ شایع کیا ہے،

شرح مذکور کے اغلاط کی تصحیح کے علاوہ ایک اور کام ناقد نے یہ کیا ہے کہ شارح نے عام مطبوعہ متداول نسخون پر اعتبار کر کے اپنا نسخہ تیار کیا تھا، لیکن اُن مین اکثر غلطیان ہین، اسلئے ناقد نے متعدد قلمی اور مطبوعہ نسخون کے باہمی مقابلہ سے بہت سے اشعار کی بھی تصحیح کی ہے، اور اختلاف نسخ کی حالت مین بہترین اور صحیح ترین نسخہ کا انتخاب کیا ہے، خواجہ حافظ کے دوستون کے لئے یہ رسالہ نہایت کار آمد ہے، اور سچ یہ ہے کہ ناقد نے بعض الفاظ کی تصحیح اور صحیح لفظ کی تلاش مین نہایت جانفشانی اور محنت صرف کی ہے، قیمت ۸ ر نظامی پریس بدایون

تقلید شخصی و سلفی، جناب مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب امرتسری نے اس نام سے بحث تقلید مین یہ رسالہ لکھا ہے، اور مختلف مستند حوالون کی بنا پر یہ ثابت کیا ہو کہ صحابہ و تابعین مین تقلید شخصی کی بدعت رائج نہ تھی، اور متعدد مسائل پیش کر کے یہ بتایا ہے کہ اکابر علماء اور علماء سلف، کبھی کبھی جمہور اور مجمع علیہ رائے سے بھی اپنا اختلاف ظاہر کرنے مین خوف نہین کرتے تھے، قیمت ۷ ر دفتر اہلحدیث، امرتسر،

مینائے سخن، لکھنؤ کے دائرۂ ادبیہ نے منشی امیر احمد مرحوم مینائی کے واسوختون کا ایک

مجموعہ چھوٹی تقطیع کے موزون قالب مین شائع کیا ہے، امیر مرحوم نے متعدد واسوخت لکھے ہین اور لکھنو کے رنگ مین اچھے ہین، یہ مجموعہ امیر کے چھ واسوختون کا مجموعہ ہے، ابتدا مین مولوی محوی اور پروفیسر ثاقب کے مقدمے ہین،

۷۵ صفحے، قیمت ۴؍، دائرۂ ادبیہ لکھنو،

**نورِ امید**، جناب مولوی مظہر الدین احمد صاحب ایڈیٹر الامان نے اس رسالہ مین اسلام کے عروج و زوال کے اسباب سے بحث کی ہے، اور اسلام کی ازسرنو ترقی کے وجوہ وطرق بتائے ہین اور اسلام اور مغرب کی جمہوریتون کا باہم موازنہ کیا ہے، ۶۲ صفحے قیمت ۶؍ دفتر الامان، نگینہ (روہیلکھنڈ)

**علی گڈھ میگزین**، علی گڈھ کالج کا علمی رسالہ علی گڈھ میگزین اُردو کا ایک سخت جان رسالہ ہے جو کئی دفعہ مر مر کر جیا ہے، یہ فخر اسی کو حاصل ہے کہ مولانا شبلی مرحوم اور ڈاکٹر ارنلڈ کی اُس نے کبھی سرپرستی حاصل کی تھی، سید صاحب کے عہد مین بھی یہ سرسبز و شاداب رہا، ایڈیٹر معارف کو بھی یہ شرف پہنچتا ہے کہ اسکے ابتدائی مضامین سب سے پہلے اسی رسالہ مین چھپے تھے اسکے بعد یہ کچھ روپوش سا ہو گیا تھا، اب جب کالج یونیورسٹی بنگیا ہے تو پھر یہ رسالہ نئے کارکنون کے ہاتھون مین نئی زندگی کی کوشش کر رہا ہے، اربابِ ذوق اگر پھر اُسکی قدردانی کرین تو امید ہے کہ اردو رسائل کی صف مین اپنی کرسی پھر یہ حاصل کرلے قیمت ؎ ۵،

---

| جلد ہفتم | ماہ شعبان ۳۹ھ مطابق اپریل ۲۱ء | عدد چہارم |
|---|---|---|

## مضامین



---